باب ۱۸۹

مخالفتِ قریش کا اجمالی جائزہ

۱. پہلی وحی پر ایمان لانے والے
۲. غیر مہماتی انفرادی دعوت
۳. قریش کو بحیثیت قوم دعوت
۴. انکار، استھزاء اور مزاحمت
۵. رسول ﷺ کو قتل کی کوشش
۶. ابو طالب کی حمایت
۷. اہلِ ایمان پر تشدد،
۸. ہجرتِ حبشہ
۹. نجاشی کی نصرت اسلام
۱۰. ایمان کی لہریں مکہ سے باہر
۱۱. حمزہؓ اور عمرؓ کا قبول اسلام
۱۲. عتبہ کے ساتھ مکالمہ
۱۳. سرداران قریش سے گفتگو
۱۴. یہود کے سکھائے اعتراضات
۱۵. مقاطعہ، شعب ابی طالب
۱۶. دخان/قحط کی دعا
۱۷. طائف کا سفر
۱۸. اہلِ یثرب سے پہلی ملاقات
۱۹. یثرب میں تبلیغی مساعی
۲۰. بیعت عقبہ ثانیہ
۲۱. اتمامِ حجت
۲۲. ہجرتِ مدینہ
۲۳. ریاست کو قتال کی اجازت
۲۴. قریش کی تجارتی ناکہ بندی
۲۵. پہلی جنگ، غزوہ بدر
۲۶. غزوہ احد
۲۷. سارے عرب کا حملہ
۲۸. صلح حدیبیہ
۲۹. عمرہ قضاء
۳۰. عمرو بن العاصؓ کا ایمان لانا
۳۱. خالد بن ولیدؓ اور عثمان بن طلحہؓ
۳۲. مکہ نبی ﷺ کے حوالے
۳۳. مشرکین کا استیصالِ کامل

باب # ۱۸۹

مخالفتِ قریش کا اجمالی جائزہ

مکہ کے فتح ہونے پر دو دہائیوں کے عرصہ پر محیط قریش کی جانب سے رسول اللہ ﷺ اور دینِ اسلام کی شدید مخالفت نے دم توڑ دیا۔ اس موقع پر مکہ کے اطراف کے عرب قبائل نے اپنی بقا اس میں جانی کہ قبل اس کے کہ فاتحین مکہ ہم سے فرماں برداری اختیار کرنے کا مطالبہ کریں وہ ریاستِ مدینہ کو مکہ سے بے دخل کر کے قریش کی جگہ لے لیں اور حرم کے متولی بن جائیں ۔ پچھلے باب #۱۸۶ میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کس طرح غزوات حنین اور طائف میں اُن کے خیالاتِ خام اور خوابوں کو بھی اللہ نے مسلمانوں کے ہاتھوں مٹی میں ملا دیا۔ عرب قبائل کی دشمنی اور مخالفت تو محض ایک وقتی بلبلے کی مانند اُٹھان (surge) تھی جو چار چھ ہفتے میں شروع ہو کر ختم ہو گئی، یہ مشرکینِ قریش تھے جن کی مت ماری گئی تھی، باوجود اُن کے اپنے آدمی ﷺ نے انھیں ایک کلمے کو قبول کر لینے پر عرب و عجم کی قیادت کی بشارت وضمانت دی مگر وہ طاقت وانانیت اور جاہلیت کے ایک نشے میں تھے کم و بیش دو دہائیوں تک اُنھوں نے مخالفت کی انتہا کر دی اور اللہ سے نہ لڑ سکے[۱]۔ انجامِ کار جس کو دیس نکالا دیا تھا، جب وہ لوہے میں غرق اپنے انصار کے جلو میں اُن کے شہر پر حملہ کرنے آیا تو بیس سالہ عداوت ودشمنی آناً فاناً جھاگ کی مانند بیٹھ گئی۔ بڑا مناسب ہے کہ اس موقع پر آگے بڑھنے سے قبل ہم قریش کی مخالفت کا ایک طائرانہ جائزہ لے لیں کیوں کہ اس کی تفصیل گزشتہ ۱۵۰ سے زائد ابواب اور کم و بیش دو ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس پر ایک اجمالی نظر رسول اللہ ﷺ کے کام کے بڑے حصے کو اذہان میں مستحضر (focus) کر دے گی۔

درحقیقت آغازِ نبوت سے صلح حدیبیہ تک قریش کے ساتھ دعوت وکشمکش اور پھر سیاسی ومعاشی میدانوں

۱ سردارِ لشکرِ مشرکین ابو جہل نے مدینہ پر حملہ کے لیے جاتے ہوئے کہا "اپنے والد کو میرا سلام اور شکریے کا پیغام دے دینا، تم لوگوں نے خوب صلہ رحمی کی ہے اور دوستی کا حق ادا کیا ہے۔ میری عمر کی قسم اگر ہم انسانوں کی کسی فوج سے نبرد آزما ہوں تو اِس وقت کوئی فوج ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکتی اور اگر ہمارا مقابلہ اللہ سے ہے، جیسا کہ محمد [ﷺ] بزعمِ خویش سمجھتا ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ اللہ سے مقابلے کی نہ کسی میں سکت ہے نہ مجال۔" (دیکھیے جلد نہم صفحہ ۲۰۹، باب غزوہ بدر)

کے بعد میدانِ جنگ میں مسلح کشمکش ہوئی، صلح حدیبیہ میں جنگ بندی (سیز فائر) کے بعد ہی یہ موقع ملا کہ دیگر گروہوں سے فیصلہ کن انداز میں کماحقہ نبٹا جائے۔اس کتاب "کاروانِ نبوت" کی یہ آخری جلد ہے سابقہ ساڑھے تین ہزار سے زائد صفحات میں قریش کے ساتھ کشمکش و مخالفت کا تذکرہ پھیلا ہوا ہے۔ آئندہ سطور میں تمام امور کو ایک طائرانہ نظر سے دیکھنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ اذہان میں منتشر امور یکجا مستحضر ہو جائیں۔

قریش کے درمیان نبی ﷺ کی بعثت کیوں؟

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آخری نبیؐ کو جس انسانی گروہ کے درمیان مبعوث کرنے کا فیصلہ کیا وہ گروہِ قریش تھا۔ دنیا میں آباد دوسرے انسانی گروہوں اور قوموں کے مقابلے میں یہ اس وجہ سے بہتر تھے کہ یہ ہر طرح کے بناوٹی اور منافقانہ روّیوں سے کوسوں دور، بہادری، پاس عہد، مہمان نوازی، سخت کوشی، جنگ اور نامساعد حالات میں صبر واستقامت والے اپنی آزادی کی حفاظت اور دفاع کرنے والے لوگ تھے اور اطراف کی دنیا کے تمام سربراہان سے اچھے تعلق رکھنے والے اور عزت سے جانے والے لوگ تھے۔ اگرچہ اِن میں شرک، خوں ریزی، بے جا تکبر، اپنے آباء واجداد کے طور طریقوں پر آنکھیں بند کر کے جمے رہنے اور دینِ ابراہیم میں بدعات و خرافات ملانے کی بری خصلتیں بھی تھیں لیکن مجموعی طور پر انسانی اوصاف میں اُس وقت کی دنیا کے یہ چنیدہ لوگ اس قابل تھے کہ اللہ اِن کے درمیان اپنے آخری نبیؐ کو بھیجتا تاکہ تا قیامت رہنے والے دین کا جھنڈا اُٹھانے کے مشن کے لیے دنیا کے منتخب لوگ اُسؐ کے دوش بدوش رہیں اور وہؐ بالفعل اُن کی ہم راہی اور معاونت سے دین کو ساری دنیا میں پھیلنے اور نافذ کرنے کے لیے مثالی سیرت و کردار کے افراد اور اُن کے باہمی تعامل سے بننے والا مثالی معاشرہ اور اُن کی مثالی ریاست قایم و نافذ کر کے جائے، جیسی کہ اللہ کو مطلوب ہے۔ اغیار کے اور ہمارے اپنے مورخین نے اِن کے جاہل، وحشی، تمدن ناآشنا اور جنگ باز ہونے کی جو تصویر کھینچی ہے وہ خلافِ واقعہ ہے۔ جب تک اِن لوگوں نے حق کو نہیں پہچانا جم کر مخالفت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور جب حق کو پہچان لیا تو نصرت کا بھی حق ادا کر دیا۔ اِن کے درمیان کوئی منافق نہیں تھا کہ بظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے اور پھر اُس کے تقاضوں کو پورا نہ کرتے۔ آج اسلام کو سارا نقصان اور اس کی ذلت و خواری کی وجہ یہی ہے کہ پوری امت زبان سے اسلام کو مانتی ہے لیکن ایمان کے معمولی تقاضوں کو اور دیانت داری کی کم ترین سطح پر معاملات کو انجام دینے کے لیے دنیا میں آباد دوسری قوموں سے پیچھے ہے یا کم

از کم اس پر مسلط مقتدر طبقے اور اس کے مذہبی لیڈران اخلاقی اور دیانت دارانہ اوصاف سے عاری ہیں اور نفاق کے مارے ہیں۔ اس کتاب میں منافقین کا تذکرہ باب ۱۶۵ میں تفصیل سے آچکا ہے۔

قریش کا نبی ﷺ اور اہلِ ایمان کے ساتھ روّیہ

رسول اللہ ﷺ کا اصلی اور کانٹے کا (سخت) مقابلہ قریش کے ساتھ رہا۔ قریش آپؐ کے مخاطب اوّل تھے اور نبوت کے مکی دور میں تمام دعوت اِن ہی کے سامنے رکھی گئی، اِن ہی سے پہلا مکالمہ ہوا اور اِن ہی کی جانب سے شدید مزاحمت ہوئی۔ مدینے میں آپؐ کی آمد کے ساتھ اِن کو براہِ راست دعوت اور اِن سے مکالمہ تو ختم ہو گیا لیکن رسول اللہ ﷺ اس مقصد کے لیے مبعوث ہوئے تھے کہ اللہ کے دین کو غالب کر کے جائیں اور بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر دیں۔، اس لیے اب اہلِ مکہ کو مغلوب کیے بغیر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ جدامجد ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ کعبۃ اللہ کو لازمی طور پر اُن کے تسلط سے آزاد کرانا تھا۔ مدینہ پہنچتے ہی اللہ تعالیٰ نے سُوۡرَۃُ الۡحَجّ اور سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ میں مسلمانوں کو اِن غاصبین کو کچھ صراحتاً اور کچھ اشارتاً سزا دینے کا اِن سے مقاماتِ مقدسہ کو لے لینے کا حوصلہ دیا اور مسلمانوں کو قریش کے سابقہ اور جاری مظالم کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت عطا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مدینہ کی مملکت کی جانب سے روزِ اوّل سے ہی قریش کے خلاف بتدریج معاشی اور عسکری دباؤ بڑھایا جاتا رہا جو بدر اور اُحد کی جنگوں کے بعد غزوہ احزاب میں قریش کی ناکامی پر منتج ہوا، پھر صلح حدیبیہ اور انجام کار فتح مکہ کے موقع پر مشرکین کے کامل استیصال پر معاملہ ختم ہو گیا۔ اس سارے عرصے کے دوران قریش کے ساتھ جو کچھ بھی تعامل ہوا اُس کی تفصیل اور اُس تعامل کے دوران دعوت و انذار، ہدایات، سوالات اور اعتراضات کے جوابات اور واقعات اور معاملات پر تبصرہ کی شکل میں جو کچھ بھی قرآن مجید کے اجزا کی شکل میں نازل ہوتا رہا اس کی تفصیل اِس کتاب کے گزشتہ ڈیڑھ سو سے زائد ابواب میں موجود ہے۔

قریش نے پوری قوت کے ساتھ سولہ برس [چار (۴) نبوی تا اُنیس نبوی، یعنی کوہِ صفا سے حدیبیہ تک] بھرپور مخالفت کی اور آخر کار صلح حدیبیہ کے بعد کھلی مخالفت اور جنگ سے باز آ گئے، تاہم ایک گروہ اِن کے درمیان ایسا باقی رہا جو اس صلح سے خوش نہیں تھا اور مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن ٹکراؤ کا علم بردار تھا۔ قریش کے بہت تھوڑے سے لوگ جو آغاز میں ایمان لائے، ہجرت کر کے مدینہ آ گئے مہاجرین کہلائے، اور اِن میں سے بھی جو بالکل دورِ اوّل میں شریکِ سفر ہوئے وہ سابقون الاوّلون من المہاجرین کہلائے ۔ قریش کے درمیان منافقت

کا یعنی بظاہر اسلام اور قلبی طور پر جاہلیت سے وابستگی کا کوئی ایک بھی نمونہ نہیں ملتا، البتہ ایسے لوگ ضرور ملے جو کم ہمتی کی وجہ سے ہجرت نہ کرسکے یا اپنے اسلام کا مکہ میں برملا اظہار نہ کرسکے، فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں میں ضم ہوگئے، فتح مکہ تک جو قریشی مسلمان نہیں ہوئے تھے، مسلمان ہوگئے اور اِن کے اکابرین مولفۃ القلوب کہلائے۔

نبوت کے پہلے تین برسوں میں چلنے والی خاموش اور غیر مہماتی اور بت پرستی کی اعلانیہ مذمت نہ کرنے والی سرگرمی کا قریش نے کوئی نوٹس نہیں لیا تھا، لیکن اگلے دس برس سردارانِ قریش نے جتنی بھی اُن کے بس میں ممکن تھی، اتنی شدید مخالفت کی، جب اُنھوں نے رات کو نبی ﷺ کے قتل کا آخری فیصلہ کرلیا تو پھر رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کے حکم و اجازت سے مدینہ تشریف لے آئے اور پھر آنے والے پانچ برس تک مسلمان اور قریش مسلح کشمکش میں مصروف رہے، چھٹے برس قریش کے ساتھ جیسا اوپر تذکرہ ہوا حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ ہوگیا، آٹھویں برس جس کی خلاف ورزی کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے مکے پر حملہ کردیا اور قریش نے کسی قابلِ ذکر مزاحمت کے بغیر شکست قبول کرکے شہر کو آپؐ کے حوالے کردیا۔ ضروری ہے کہ آنے والے باب میں فتح مکہ کی تفصیلات بیان کرنے سے قبل قریش کی مخالفت اور رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں قریش کی مخالفت سے نبٹتے ہوئے فروغِ اسلام اور قیامِ دین کی جدوجہد کا ایک اجمالی جائزہ لیا جائے۔

پہلے تین برس قریش کے سلیم الفطرت نوجوانوں کو غیر مہماتی انداز سے انفرادی دعوت دی جاتی رہی، جس کی قریش نے مخالفت نہیں کی، چوتھے برس کے آغاز سے دعوتِ عام کا اور اُس کے نتیجے میں اُن کے ساتھ مکالمے اور پھر سردارانِ قریش کی جانب سے تیز سے تیز تر ہوتی مخالفت کا سلسلہ شروع ہوا، جو ڈیڑھ، دو برس میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا، جس کے پیشِ نظر پہلی ہجرتِ حبشہ ہوئی اور پھر دوسری ہوئی، نوبت بہ ایں جا رسید کہ مسلمانوں نے دس (۱۰) برس تک پیہم دعوتِ عام کے بعد مکے سے اپنے نئے مرکز، یثرب کی جانب ہجرت [اللہ کی خاطر نقلِ مکانی] اختیار کرلی۔ ہجرت کے آٹھویں برس مکہ فتح ہوگیا۔ اس طرح نبوت کے ۲۳ برسوں میں سے پہلے تین برس مخالفت سے خالی تھے اور اسی طرح نبوت کے آخری دو برس فتح مکہ کے بعد مخالفتِ قریش سے خالی تھے، یوں ۲۳ میں سے کل اٹھارہ برس مخالفتِ قریش کا سامنا تھا۔

حسبِ ذیل تینتیس (33) اشارے قریش سے تعامل اور مخالفت کی داستان کو اجمالاً بیان کرتے ہیں، اِن اشاروں میں فتح مکہ اور مشرکین سے برأت تک پہنچنے کے دوران کے بہت سے اہم واقعات اور معرکوں کا نشان نہیں ملے گا، ایسا

اِس لیے کہ صرف وہ واقعات و منازل بیان کے لیے منتخب کی ہیں جن کا براہِ راست یا بالواسطہ قریش سے تعلق تھا۔

جدول: مخالفت قریش کے اٹھارہ برس [۴ نبوی تا ۲۱ نبوی] کی مرحلہ بہ مرحلہ روداد

۱. پہلی وحی پر ایمان لانے والے	۱۲. عتبہ کے ساتھ مکالمہ	۲۳. ریاست کو قتال کی اجازت
۲. غیر مہماتی انفرادی دعوت	۱۳. سرداران قریش سے گفتگو	۲۴. قریش کی تجارتی ناکہ بندی
۳. قریش کو بحیثیت قوم دعوت	۱۴. یہود کے سکھائے اعتراضات	۲۵. پہلی جنگ، غزوہ بدر
۴. انکار، استہزاء اور مزاحمت	۱۵. مقاطعہ، شعب ابی طالب	۲۶. غزوہ احد
۵. رسول ﷺ کو قتل کی کوشش	۱۶. قریش کو قحط (دخان) کی بددعا	۲۷. سارے عرب کا حملہ
۶. ابو طالب کی حمایت	۱۷. طائف کا سفر	۲۸. صلح حدیبیہ
۷. اہلِ ایمان پر تشدد،	۱۸. اہلِ یثرب سے پہلی ملاقات	۲۹. عمرہ قضاء
۸. ہجرتِ حبشہ	۱۹. یثرب میں تبلیغی مساعی	۳۰. عمرو بن العاص ؓ کا ایمان لانا
۹. نجاشی کی نصرت اسلام	۲۰. بیعت عقبہ ثانیہ	۳۱. خالد بن ولید ؓ اور عثمان بن طلحہ ؓ
۱۰. ایمان کی لہریں مکہ سے باہر	۲۱. اتمامِ حجت	۳۲. مکہ نبی ﷺ کے حوالے
۱۱. حمزہ ؓ اور عمر ؓ کا قبول اسلام	۲۲. ہجرتِ مدینہ	۳۳. مشرکین کا استیصالِ کامل

۱. پہلی وحی اور اوّلین ایمان لانے والے

پہلی وحی کے فوراً بعد آپ ؐ کی ذہین و فہیم بیوی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ ؐ کو یقین دلایا کہ اللہ آپ ؐ کی نصرت کرے گا اور آپ ؓ پر ایمان لے آئیں۔ اس پیغام کو لے کر دونوں مبارک میاں بیوی اپنے وقت کے موحد اور دینِ حنیف کے علم بردار ورقہ بن نوفل کے پاس گئے، انھوں نے نبوت ملنے پر مبارک باد کے ساتھ راہ کی سختیوں اور موقع ملنے پر اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ آنے والے چند روز میں گھر کے تمام لوگ بشمول آپ ؐ کے منہ بولے بیٹے زید ؓ بن حارثہ اور زیرِ سرپرستی علی ؓ بن ابی طالب اور گہرے دوست سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔ ابو بکر ؓ کی شبانہ روز کوششوں سے دعوت نوجوانوں میں پھیلنے لگی، آپ ؐ کے اپنے علاوہ عشرہ مبشرہ میں سے چھ افراد وہ ہیں جنھوں نے ابو بکر ؓ کی شبانہ روز تبلیغی مساعی سے اسلام قبول کیا۔

۲. غیر مہماتی انفرادی دعوت

قریش کے سلیم الفطرت لوگوں، خصوصاً نوجوان لڑکے اور لڑکیوں نے اِس دعوت پر لبّیک کہا۔ابتدائی تین برسوں میں یہ دعوت بغیر کسی ہنگامہ خیز سرگرمی کے نفوذ کرتی رہی، نہ جلسے جلوس ہوئے، نہ ہی حرم میں تقریریں ہوئیں اور نہ ہی بیت القدیم میں مسلمانوں نے کسی منفرد نوع کی [رکوع و سجود والی] عبادات انجام دیں، حج کے اجتماعات اور عکاظ کے بازاروں میں کوئی تقریر یا کوئی خصوصی نشست یا مجلس منعقد نہیں ہوئی۔ قریش کے درمیان ماضی میں بھی کچھ لوگ اُٹھتے رہے تھے جو بت پرستی کے خلاف بولتے تھے لیکن وقت کے ساتھ وہ آوازیں دب گئیں اور نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی تھیں، قریش نے اس دعوت کے بارے میں بھی یہی گمان کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے پہلے تین برسوں کے دوران قریش کے تمام ہی قبیلوں کے چند بڑے ہی صالح اور باکردار نوجوانوں نے محمد ﷺ کے پیش کردہ پیغام کو قبول کیا، جس نے یقیناً سرداران قریش کو متوجہ کیا ہوگا، لیکن اُن کی جانب سے عالی ظرفی کا مظاہرہ ہوا، ذاتی زندگیوں میں ایمان وعقائد اور افراد کی آزادیٔ رائے سے اُنھوں نے کوئی تعرض نہیں کیا اور کوئی ردِّ عمل اور مخالفت سامنے نہیں آئی۔ نبی اکرم ﷺ کے سگے چچا اور دیوار ملے پڑوسی، ابولہب نے بھی اِن تین برسوں میں کوئی مخالفت نہیں کی بلکہ حد یہ تھی کہ اپنے بھتیجے سے اتنے عمدہ تعلقات برقرار رکھے کہ اُس ؐکی دو بیٹیوں سے اپنے دو بیٹوں کا رشتہ طے کر رکھا تھا اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ اُس معاشرے کی بات تھی جو مرد و زن کے اختلاط و باہمی ربط کا بالکل مخلوط معاشرہ تھا، ساتھ ہی کسی میں کسی قریشی کے ساتھ زیادتی کرنے کی مجال نہیں تھی۔

قریش کے جن مختلف قبیلوں سے نوجوانوں نے اسلام قبول کیا اُن کو دیکھ کر اندازہ ہو سکتا ہے کہ آہستگی سے کس طرح تعمیرِ قریش کی بنیادوں میں اسلام کی آب یاری ہو گئی۔ سیّدنا ابوبکرؓ کی دعوت سے جہاں اُن کے حلقہ اثر میں دعوت پھیلی وہیں یاسر رضی اللہ عنہ اور اُن کا خاندان بھی اہلِ ایمان میں شامل ہو گیا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی حکمت و دانائی تھی کہ جب تک آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کھل کر مہم کی شکل میں دعوت و تنظیم اور مقابلے و مخالفت کا اور ردِّ باطل کا حکم نہیں ملا آپؐ خاموش دعوتی کام کے ساتھ تلاوت و تربیت و تزکیے میں مصروف رہے۔ زیرِ نظر کتاب کی اوّلین جلد میں یہ تمام تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

۳. قریش کو بحیثیت قوم دعوتِ دین

جوں ہی آپؐ کو کھل کر اعلانیہ دعوت کا حکم ملا [فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۴﴾ [سُوۡرَةُ الۡحِجۡر ۱۵:۹۴] آپؐ نے کوہِ صفا سے قریش کو پکارا اور ایک ایک قبیلے کا نام لے لے کر اُنھیں توحید کی دعوت دی اور موت کے بعد ایک دوسری زندگی سے آگاہ کیا۔ پہلے تین برس دعوت خفیہ ہرگز نہیں تھی اور اہلِ مکہ کے لیے یہ اجنبی نہیں رہی تھی لیکن اُنھیں یہ توقع بھی نہیں تھی کہ اُن کا یہ جوان محمد بن عبد اللہ ہاشمی و مطلبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یوں سارے قریش کو علی اعلان انھیں باپ دادا کے دین سے پھر جانے کی دعوت دے گا۔ فوری طور پر اُنھیں اس دعوت کی صداقت کا یقین نہیں آیا اور اُنھوں نے محسوس کیا کہ

1. اس بات کو مان لینے کے نتیجے میں وہ سارے عرب سے منفرد ہو کر کٹ جائیں گے، سارے حجاز کے لوگ پھر کیوں اِن کی مذہبی امامت پر اور کعبے کی تولیت پر اِن کا حق تسلیم کریں گے، اِن کے تجارتی قافلے اور اِن کی تجارت کیوں کر محفوظ رہے گی۔

2. اُن کی بے قید طریق زندگی کو جب یہ اللہ کا رسولؐ نئے دین سے تبدیل کرے گا تو کھانے، پینے، جنسی تعلقات اور متکبّرانہ ہلّے گلّے کی زندگی پر یعنی جاہلی تمدن پر بڑی پابندیاں ہوں گی، دنیا کی لذتوں سے دست کش ہونا پڑے گا۔ وحی سے بے نیاز، انسانی عقل پر تعمیر کردہ تہذیب و تمدن کو اسلام جاہلیت کہتا ہے، قریش جاہلیت کے علم بردار تھے اُن کے اہل الملاء [یعنی اہلِ سرمایہ واقتدار] کو تیسری اور آخری پریشانی یہ تھی کہ:

3. قریش کے قبائل کے سرداروں کو سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ اگر یہ ہاشمی زمین اور آسمان کے پیدا کرنے والے کا نمائندہ ہے تو پھر یہی ہمارے درمیان سب سے معتبر اور سب سے بڑا ہے پھر ہماری کیا حیثیت رہے گی،۔

یہی وہ ایّام تھے جب آپ نے اپنے قبیلے بنو ہاشم کو ایمان کی دعوت کے لیے پکارا۔ آپ نے اپنے تمام رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت دی اور کھانے کے بعد اُنھیں آگاہ کیا کہ اُنھیں دعوت توحید و آخرت کے لیے اللہ نے اپنا رسول بنایا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اُن کا قبیلہ اُن کا ساتھ دے، سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ تھا جو ایمان لاتا۔

ذیل کی سطور میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس تقریر کو سامنے رکھتے ہیں جو آپؐ نے بنو ہاشم کو کھانے کی دعوت پر جمع کر کے اُن کے سامنے کی اور اس کا تجزیہ کرتے ہیں کہ کن موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ آپ

حیران ہوں گے کہ اس مختصر سی تقریر میں انتہائی اہم چار موضوعات کو سامنے لایا گیا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم بنا کر بھیجا تھا۔ [ہم نے ذیل میں تقریر کی سطور کو نمبر دیے ہیں تاکہ بعد میں تجزیہ کیا جاسکے]

۱	سارے شکر یے اور تعریفیں اللہ ہی کو زیبا ہیں، میں اسی کی حمد کرتا، اس سے مدد چاہتا، اس پر ایمان رکھتا اور
۲	صرف اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اُس ذاتِ یکتا کا کوئی
۳	شریک نہیں۔
۴	"راہ بر خود اپنے گھر کے لوگوں کو جھوٹ اور فریب میں مبتلا نہیں کرتا۔ اُس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی
۵	معبود نہیں، میں تمھاری طرف خصوصاً اور انسانوں کی طرف عموماً اللہ کا رسولؐ ہوں۔
۶	اللہ کی قسم! جس طرح رات کو نیند تمھیں آغوش میں لے لیتی ہے اِسی طرح تم موت سے دوچار ہو گے
۷	اور اسی طرح مرے پیچھے اُٹھائے جاؤ گے جس طرح سونے کے بعد صبح کو نیند سے بیدار ہوتے ہو۔ پھر جو کچھ تم
۸	نے کیا ہو گا اُس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اِس کے بعد یا تو ہمیشگی کی جنت ہے یا ہمیشگی کی جہنم۔
۹	اے بنو عبد المطلب! اللہ کی قسم میں عرب میں کسی نوجوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے پاس اِس سے افضل
۱۰	چیز لایا ہو جو میں تمھارے پاس لایا ہوں۔ بلا شبہ میں تمھارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ اور بلا شبہ
۱۱	اللہ عزّ و جل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اِس کی دعوت دوں۔ اس کام میں تم میں سے کون میری حمایت
۱۲	اور مدد کرے گا کہ وہ میرا بھائی بن جائے؟

- اس تقریر کی پہلی تین سطور میں اعلانِ توحید ہے۔
- چوتھی اور پانچویں سطور میں اعلانِ رسالت ہے۔
- چھٹی ساتویں اور آٹھویں سطور میں آخرت کا بیان ہے
- سطور ۹ تا ۱۲ میں کارِ نبوت (غلبہ دین کی جدوجہد) میں حمایت کی دعوت ہے

۴. انکار، استہزاء اور مزاحمت

قریش نے آخرت کے وجوب پر اعتراض کیا۔ اپنے خداؤں کی وکالت کی، ایک اللہ کا انکار کیا، رسالت میں شبہ کیا اور کہا یہ شاعر و مجنون ہے اقتدار و دولت چاہتا ہے، انھوں نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کو اللہ کا نمائندہ بنائے جانے کا انکار کیا، اُنھوں نے محمد عربی ﷺ کی پیروی کو بنو ہاشم کی دوسرے قبیلوں پر برتری اور بالادستی کا اعلان

جانا، معجزات طلب کیے، دولت اور اقتدار کی پیش کش کی آپؐ نے کہا کہ میں دین کے کام پر کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ اُنھوں نے اس دنیا کی زندگی اور اپنی عقل سے قانون سازی ہی کو سب کچھ جانا اور اس کی وکالت کی اللہ کے رسول ﷺ نے آخرت کی زندگی اور وحی الٰہی کی پیروی کی دعوت دی۔ اُن کے ہر سوال اور اعتراض کا جواب قرآن مجید میں نازل ہوتا رہا، انھوں نے قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے پر شک کا اظہار کیا تو اُنھیں چیلنج کیا گیا کہ اس جیسا کلام بنا کر دکھاو، اُپنی ساری زبان دانی کے باوجود اُن کو اعتراف کرنا پڑا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔

۵. رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش

اُنھوں نے چاہا کہ آپؐ کو اس کام سے کسی طرح باز رکھیں اس مقصد کے لیے ابو جہل [قبل از اسلام تہذیب کے نمائندہ ہونے کے ناطے جسے اسلام جاہلیت کہتا ہے وہ ابو جہل کہلایا، یعنی قدیم تہذیب کا وکیل اور سردار] نے آپؐ کو ایک بڑے پتھر سے حالتِ سجدہ میں ہلاک کرنے کی کوشش کی لیکن جبریل علیہ السلام نے اُسے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان حائل ہو کر روک دیا اور اُس نے اعتراف کیا کہ مجھے کسی غیبی طاقت نے روک دیا۔

٦. ابو طالب کی حمایت

اعلانیہ دعوت شروع ہوتے ہی یعنی نبوت کے چوتھے برس کے آغاز ہی میں قریش نے ابو طالب کے ذریعے کوشش کی کہ رسول اللہ ﷺ کو اس نئے دین کی اشاعت سے روکیں اور کسی طرح کچھ لے دے کر مصالحت ہو جائے، لیکن ابو طالب نے حکمت سے اُنھیں ٹال دیا اور اُنھیں باور کرایا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اگلے برس قریش نے دعوت کو پھلتے پھولتے اور نوجوانوں کو اِس کی طرف راغب ہوتے دیکھا تو سردارانِ قریش مل کر بنو ہاشم کے سردار ابو طالب کے پاس محمدؐ بن عبداللہ کو اِس نئے دین کی اشاعت سے باز رکھنے کے لیے آمادہ کرنے آئے، رسول اللہ ﷺ کے چچا نے بھتیجے سے کہا کہ اِن کی بات سنو، آپؐ نے اِن لوگوں سے کہا کہ اگر قریش ایک الٰہ کو مان لیں تو میں اُن کو عرب و عجم کی بادشاہی کی ضمانت دیتا ہوں، وہ بڑبڑاتے ہوئے واپس چلے گئے۔ کچھ دنوں بعد اِس طرح کے ایک دوسرے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا سے کہا کہ یہ لوگ اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی لا کر رکھ دیں تو میں اپنے مشن سے باز آنے والا نہیں۔ میں یا تو اس راہ میں کام آجاؤں گا [جان دے دوں گا] یا اس دین [عقائد و ایمانیات، فلسفہ زندگی و نظامِ زندگی اور تہذیب و تمدن] کو غالب کر دوں گا جس کی میں اشاعت کر رہا ہوں۔ اسی برس کے اواخر میں سرداران

قریش نے یہ صلاح کی کہ شہر مکہ کا سب سے اچھا جوان بیٹا عمارہ بن ولید ابو طالب کو دے دیا جائے جو حسن، صحت اور علم کے لحاظ سے بے مثال ہے اور اُس کے بدلے محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جس نے آباؤ اجداد کے دین کا ستیاناس کیا ہے لے کر قتل کر دیا جائے، اُن کا گمان تھا کہ خود ابی طالب کو بھی شاید اس تجویز سے خوشی ہو کہ اُس کے آباؤ اجداد کو گمراہ کہنے والا نہ رہا، لیکن ابو طالب نے اس تجویز کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم نے بڑی ناانصافی کی بات کی ہے کہ میں تمھارے بیٹے کو پالوں اور تم میرے بیٹے کو قتل کرو!

۷. اہلِ ایمان پر تشدد

جب قریش کے سرداروں نے دیکھا کہ اہلِ ایمان بڑھتے جا رہے ہیں تو کمزور قبیلوں کے ایمان لانے والے افراد کو اور غلاموں اور لونڈیوں میں سے ایمان قبول کرنے والوں کو ناقابلِ بیان شدید جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جانے لگا۔ گرم ریت پر سینے پر پتھر رکھ کر گھسیٹنا، جلتے انگاروں پر لٹا کر پیٹھ کو جلانا، اندھا کر دینا، خاتون کو نازک جگہ پر نیزہ مار کر شہید کر دینا، چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔

نضر بن حارث جاہلیت کا ایک بڑا دانش ور تھا[۲] اُس نے قریبی ممالک کے دورے کر کے وہاں کے جاہلی ادب اور موسیقی کو درآمد کیا صرف یہی نہیں، حسین خوب صورت گانے والی لڑکیاں بھی لایا اور کوشش کی کہ جو بھی نوجوان دینِ اسلام کی طرف مائل ہو اُن کو اِن رستم واسفندر کے قصوں اور لڑکیوں اور گانے بجانے میں لگا دیا جائے۔ دینِ حق کے خلاف شیطان کا ہمیشہ یہ بھی ایک بڑا کارگر طریقِ واردات رہا ہے اور آج بھی تمام مسلمان ممالک میں اسی کے ذریعے پوری اُمّت کو اغوا کیا گیا ہے۔

۸. قریش سے مایوس و تنگ ہو کر ہجرتِ حبشہ

قبل از نبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تجارتی اسفار میں شاہِ حبش نجاشی سے مل چکے تھے [وہ اُس وقت بادشاہ نہیں بنا تھا] اور اُس سے اچھے تعلقات تھے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے مسلمانوں کو وہاں ہجرت کر جانے کی ہدایت کی اور کچھ لوگ چلے گئے۔ قریش نے اُن کو واپس بلانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ انھی دنوں عمرؓ بن

---

۲ جی ہاں، جاہلیت اپنے دانش ور پیدا کرتی ہے جو وحی کے مقابلے میں جہالت کا علم بلند کرنے میں مصروف رہتے ہیں آج کی دنیا میں مغربی تہذیب کا غلغلہ ہے، اُس سے مرعوب پروفیسرز، فلاسفرز، صحافی، ججز، جرنلز، سیاستداں، اینکر پرسنز وغیرہ وغیرہ سب بڑے ہی "دانش ور" ہیں، نام چاہے اُن کے احمد، عمر اور حسن، حسین ہی کیوں نہ ہوں۔

الخطاب اور حمزہؓ بن عبد المطلب بھی ایمان لے آئے جس کے نتیجے میں مسلمانوں کا مورال [عزم و ہمت، moral] بہت بلند ہوا اور قریش بھی اپنے اِن دو زبر دست آدمیوں کو کھو کر بہت پریشان ہو گئے۔ مسلمانوں نے کعبۃ اللہ میں علی الاعلان نماز ادا کرنا شروع کر دی اور قریش کی اتنی ہمت نہ تھی کہ اب وہ اُنھیں منع کرتے۔ تعذیب کا سلسلہ بھی بڑی حد تک کم ہو گیا کیوں کہ قریش ڈر گئے کہ اِن لوگوں کو حبشہ میں ایک پناہ گاہ مل گئی ہے زیادہ مارا پیٹا تو یہ لوگ وہاں بھاگ سکتے ہیں۔

اسی زمانے میں سُوْرَۃُ النَّجم جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُسے کعبۃ اللہ میں باآواز بلند تلاوت کیا اور اختتام تلاوت پر جب اللہ کے حضور سجدہ کیا تو سارے قریش بمع تمام سرداران قریش جو اُس کلام کے دلائل اور عجز بیانی کے سحر میں تھے نہ چاہتے ہوئے بے اختیار سجدے میں گر گئے، یہ خبر اُڑتے اُڑتے اس طرح حبشہ پہنچی کہ 'سارے قریش ایمان لے آئے' یہ افواہ سن کر مہاجرینِ حبشہ واپس مکہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ خبر غلط ہے، یہ جان کر کچھ مکہ میں رک گئے اور کچھ دوبارہ حبشہ چلے گئے، اب ۸۰ مسلمانوں کا ایک نیا گروپ وہاں ہجرت کر گیا۔

۹. قریش کی نصرت اسلام

قریش نے اپنے نامی گرامی وزیر خارجہ اور ماہر سفارت کار عمرو بن العاص کو حبشہ بھیجا تاکہ وہ نجاشی سے اپنے تعلقات کو استعمال کر کے ہجرت کر کے وہاں پہنچنے والے مسلمانوں کو گرفتار کر کے واپس لے آئے، مگر نجاشی نے صاف انکار کر دیا، اس پر عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ اِن سے پوچھو یہ مریم علیھا السلام اور عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں کیا رائے اور عقیدہ رکھتے ہیں، ظاہر ہے کہ مسلمان اُن کی خدائی [دعاؤں کے سننے کے قابل ہونے] کے قائل نہیں تھے۔ جعفرؓ نے سورہ مریم سنا کر مسلمانوں کو اللہ کی جانب سے ملے ہوئے علم سے مطلع کر دیا کہ وہ خدا نہیں بلکہ اللہ کے بندے اور رسولؑ تھے، نجاشی نے کہا کہ مسیح علیہ السّلام جو کچھ یہ سورہ مریم بیان کرتی ہے اُس سے ہر گز ایک تنکے جتنے بھی زیادہ نہیں تھے۔ بعد میں نجاشیؓ بھی ایمان لے آیا، اُس نے سردارِ قریش ابو سفیان کی بیٹی، اُمِ حبیبہؓ کا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے آپؐ کی ہدایت پر نکاح پڑھایا اور اپنے پاس سے مہر ادا کرنے کے علاوہ کھانے کی دعوت بھی کی۔ صلح حدیبیہ کے بعد عمرو بن العاص، نجاشی کی دعوت پر اسلام میں داخل ہوئے اور نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس گئے۔ نجاشی کی موت پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُس کی غائبانہ نمازِ جنازہ بھی پڑھائی۔

۱۰. ایمان کی لہریں مکہ سے باہر

قریش کی ساری مخالفت اور تعذیب کے باوجود اسلام کچھ نہ کچھ پھیلتا ہی رہا، مکہ میں باہر سے لوگ آکر اسلام قبول کرنے لگے اِن میں ابو ذر غفاریؓ اور عمرو بن عبسہ بہت معروف اور کار آمد اضافہ ثابت ہوئے۔ سردارانِ قریش نے کئی مرتبہ آپؐ کو براہ راست ایذا کا نشانہ بنایا، ایک مرتبہ آپ ﷺ کو مار رہے تھے کہ ابو بکرؓ آگئے اور کہا کہ تم ایک شخص کو محض اس لیے مارتے ہو کہ وہ کہتا ہے اِلٰہ ایک ہے؟ یہ سن کر سب لوگوں نے ابو بکرؓ کو اتنا مارا کہ آپ کے سر کے سارے بال ٹوٹ گئے اور آپ کی جان سے لوگ ناامید ہو گئے، تاہم آپ صحت یاب ہو گئے۔ جن جن غلاموں اور لونڈیوں پر قریش تشدد کرتے ابو بکرؓ انھیں منہ مانگے داموں خرید کر آزاد کر دیتے اُن کی نیکی اور اس سخاوت کی تعریف اللہ تعالیٰ نے سُوْرَۃُ الَّیْل میں فرمائی۔ ایک موقع پر ابو بکرؓ نے بھی حبشہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا اور نکلے تو اہلِ مکہ نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ جیسا آدمی مکہ چھوڑ کر نہ جائے اور آپ کو اپنے گھر میں آزادی سے باآواز بلند تلاوت کی اجازت دے دی۔

بیرونِ مکہ سے آئے ہوئے حاجیوں کو اسلام کا پیغام: حج کے مواقع پر نبی ﷺ سارے حجاز سے آئے ہوئے حاجیوں کے درمیان توحید کی تبلیغ کرتے اور اسلام کے بارے میں لوگوں کو بتاتے مگر لوگ قریش کے ڈر کی بنا پر آپؐ کی بات نہ سنتے اور اس انتظار میں رہے کہ اگر قریش اس کی بات مان لیں یا یہ قریش پر غالب آجائے تو ہم بھی اس کو مان لیں گے۔ لیکن قریش کی مانند جان کے دشمن نہیں بنتے تھے۔ آپؐ کا چچا ابو لہب آپؐ کے پیچھے پیچھے ہر خیمے میں جاتا اور کہتا کہ یہ دیوانہ اور مجنون ہے اس کی بات نہ مانو میں اس کا چچا ہوں میں اس کو جانتا ہوں۔ جب آپؐ ایک خیمہ سے دوسرے خیمہ میں جاتے تو تاک تاک کر آپؐ کی ایڑھیوں پر پتھر مارتا جس سے آپؐ زخمی ہو جاتے، آپؐ کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے کہ اگر کہتے تو لوگ کہتے کہ اپنے چچا سے بدزبانی کر رہا ہے آپؐ صبر فرماتے۔ ابو لہب نے اپنے دونوں بیٹوں سے آپؐ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوا دی، اپنی بیٹیوں کے گھر اجڑنے پر بھی آپؐ نے صبر کیا اور پوری دل جمعی سے اپنے مشن میں لگے رہے۔ ابو لہب آپؐ کا پڑوسی بھی تھا اس کے گھر سے کوڑا اور گندگی اس طرح دیوار کے پار پھینکی جاتی کہ بسا اوقات ہانڈی بھی خراب ہو جاتی۔ آپؐ کے گھر میں جب آپؐ کے دوسرے نومولود بیٹے کی بھی وفات ہو گئی تو اُس نے بڑی خوشیاں منائیں اور ہر جگہ کہتا پھرا کہ محمد (ﷺ) تو جڑ کٹے ہو گئے [کہ نسل نہیں چلے گی کوئی اولادِ نرینہ ہی نہیں ہے]۔ اللہ تعالیٰ نے اُس پر سُوْرَۃُ الْکَوْثَر اُتاری اور فرمایا کہ تمھارے دشمن ہی جڑ کٹے ہیں [اِنَّ

شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿٣﴾ تمہارا دُشمن ہی جڑ کٹا ہے]۔

١١. قبولِ اسلام حمزہؓ بن عبد المطلب اور عمرؓ بن الخطاب

کوہِ صفا پر سے اُٹھنے والی دعوت کو دو برس ہو چکے تھے، مکّہ کی فضا میں اب ایک کانٹے کا مقابلہ تھا، اچانک ایک واقعے نے اس کانٹے کے مقابلے میں پلڑے کو مسلمانوں کی جانب جھکانا شروع کر دیا۔ نبی ﷺ کے چچا سیّدنا حمزہ بن عبد المطلب مسلمان ہوگئے اور آپ کے ایمان لانے کے چند روز بعد سیّدنا عمر بن الخطاب بھی ایمان لے آئے۔ ابتداً حمزہ کا اسلام قبول کر لینے کا اعلان محض اُس قبائلی حمیت کے اظہار کا اعلان تھا تاہم اللہ نے آپؓ کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا۔ مسلمانوں نے اپنی صفوں میں قریش کے ایک سردار، وہ بھی انتہائی بہادر اور توانا کو پا کر بڑی قوت و طمانیت محسوس کی۔ یوں اس واقعے نے جاہلیت اور اسلام کے درمیان جاری کانٹے کے مقابلے میں پلڑے کو مسلمانوں کی جانب جھکانا شروع کر دیا۔

محرم سنہ ٦ نبوی کے بالکل ابتدائی دنوں میں جب عمر بن الخطاب جاہلیت کے اسیر تھے، ایک رات اپنے دوستوں کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کے لیے نکلے مگر کوئی نہ ملا، شراب فروش کے پاس گئے وہ بھی موجود نہیں تھا تو سوچا چلو حرم کا طواف کریں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ نبی ﷺ وہاں نماز ادا کر رہے ہیں۔ عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ آج رات مجھے محمدؐ کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور سننا چاہیے کہ وہ نماز میں کیا پڑھتے ہیں میں حطیم کی طرف آگیا، یہاں سے غلافِ کعبہ میں چھپ کر اندر ہی اندر چلتا ہوا وہاں آگیا جہاں آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ سے اتنا قریب ہو گیا کہ میرے اور آپؐ کے درمیان صرف کعبے کا پردہ تھا، جب میں نے قرآن سنا تو میرے دل میں رقت پیدا ہوئی اور میں رونے لگ گیا، میرے اندر اسلام داخل ہو گیا۔ میں نبی ﷺ کے نماز مکمل کرنے تک وہیں کھڑا رہا یہاں تک کہ آپؐ نماز مکمل کر کے لوٹنے لگے تو میں بھی آپؐ کے پیچھے چل پڑا، جوں ہی نبی ﷺ نے میری آہٹ سنی تو مجھے پہچان لیا، آپؐ نے کہا: اے خطاب کے بیٹے! تو یہاں اس وقت کس ارادے سے آیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اُس کے رسول پر اور اُس چیز پر جو اللہ کی طرف سے آئی ہے، ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر آپؐ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھ سے کہا کہ قد ھداک اللہ یا عمر یعنی: اے عمر اللہ نے تجھے ہدایت دے دی۔

حبش میں عزت واحترام کے ساتھ مہاجرین کے جگہ پا جانے نے اور سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عمر بن الخطاب

رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد مکہ میں حالات تبدیل ہو گئے نئی بساط کے اصول جن پر قریش چار و ناچار راضی ہوئے وہ یہ ہیں:

- حرم میں نماز ادا کرنے اور قرآن سنانے میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔
- سردارانِ قریش یہ جان گئے تھے کہ مار پیٹ اور تذلیل اب مسلمانوں کو نہیں پھیر سکتیں۔
- قرآن پر ممکنہ حد تک اعتراضات ہونے چاہیے ہیں۔[یہ کام انھوں نے یہود کے تعاون سے کرنے کا پروگرام بنایا]
- مسلمانوں کے ساتھ اگر ممکن ہو تو بقائے باہمی کی کوئی صورت نکالی جائے۔
- ممکنہ حد تک مسلمانوں کا معاشرتی اور معاشی مقاطعہ کیا جائے، شاید اس طرح دماغ درست ہوں۔
- آخری تدبیر یہی باقی بچتی ہے کہ اس نئے دین کے داعی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا جائے۔

۱۲. عتبہ کے ساتھ مکالمہ

عمرؓ بن الخطاب اور حمزہؓ بن عبد المطلب کے قبولِ اسلام نے ماحول میں یکایک ایک تبدیلی پیدا کر دی۔اہلِ ایمان جس طرح تشدد کا نشانہ بن رہے تھے، ماحول ویسا نہیں رہا اور مشرکین نے مسئلے کو حل کرنے کے لیے اِسے نئے سرے سے سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کو مناسب خیال کیا۔

شیطان نے اُن کو اس غلط فہمی مبتلا کیا تھا کہ وہ گمان کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ساری مہم جوئی اور دعویٰ نبوت کچھ پیسے کمانے اور اپنی لیڈری چمکانے کے لیے کر رہے ہیں جیسا کہ دنیا میں اکثر مذہبی لیڈر کرتے ہیں۔ قریش جیسے خود جھوٹے اور لالچی تھے حرم کے متولی بن کر کھا کما رہے تھے دوسرے مصلحین اور مومنین کو بھی ویسا ہی خیال کرتے تھے۔ قریش مسلمانوں کی جمعیت میں روز افزوں اضافہ دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے۔ مسئلے کے حل کے لیے وہ ایک دور کی کوڑی لائے کہ اگر ہم کچھ پیش کریں تو ضرور محمدؐ پیسے اور سرداری کے لالچ میں آجائیں گے عُتبہ بن ربیعہ (ابوسفیان کے سسر) نے سردارانِ قریش کو تجویز دی کہ کیوں نہ وہ محمدؐ کے پاس جا کر ان سے بات کر لے، اور ان کے سامنے چند اچھی پیش کشیں رکھے، ہو سکتا ہے وہ اپنی دعوت اور نبوت کو چھوڑنے کے عوض ہماری کوئی چیز قبول کر لیں۔

عتبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعوتِ توحید چھوڑنے کے عوض قریش کی جانب سے اُن کے بس میں حکومت، عزت، دولت، دنیاوی عیش و آرام جو بھی تھا سب کچھ دے دینے کی باتیں کیں اور رسول

اللہ ﷺ نے توجہ سے سنیں پھر سکون اطمینان سے سُوْرَۃُ حٰمٓ اَلسَّجْدَۃ کی تلاوت شروع کی عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے ٹکٹکی باندھے غور سے سنتا رہا۔ جب آپ ﷺ تلاوت کرتے ہوئے آیت: فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں تمھیں عاد اور ثمود کے عذاب جیسے ایک اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں) پر پہنچے تو عتبہ نے بے اختیار آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا "اللہ کے لیے اپنی قوم پر رحم کرو۔"

عتبہ نے واپس جاکر سردارانِ قریش سے کہا: "واللہ، میں نے ایسا کلام سنا کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ خدا کی قسم، نہ یہ شعر ہے، نہ سحر ہے نہ کہانت۔ اے سردارانِ قریش، میری بات مانو اور محمد [ﷺ] کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں ڈرتا ہوں کہ یقیناً یہ کلام کچھ رنگ لا کر رہے گا۔ فرض کرو، اگر عرب اس پر غالب آ گئے تو اپنے بھائی کے اوپر ہاتھ اٹھانے سے تم بچ جاؤ گے اور دوسرے اس سے نمٹ لیں گے۔ لیکن اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی، اور اس کی عزت تمہاری عزت ہی ہو گی۔" سردارانِ قریش اس کی یہ بات سنتے ہی بول اٹھے: "ولید کے ابّا، آخر اس کا جادو تم پر بھی چل گیا۔" عتبہ نے کہا، میری جو عقل میں آیا وہ میں نے تمھیں بتا دیا، اب تمہارے جو جی میں آئے کرتے رہو.............. قریش اللہ کے رسولؐ کو دنیا کی طرف مائل کرنے میں ناکام ہو گئے!

۱۳. سردارانِ قریش سے گفتگو

مُصالحتی تجاویز: ہجرتِ حبشہ اور اُس کے بعد سیّدنا حمزہ اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما کے ایمان لانے سے قریش خائف ضرور ہوئے تھے مگر وہ ابھی اِس بات سے بالکل مایوس نہیں ہوئے تھے کہ نبی ﷺ کو کسی نہ کسی طور مصالحت پر آمادہ کیا جا سکے گا۔ چناں چہ انھوں نے سوچا، اس سے قبل کہ پانی سر سے گزر جائے کسی بھی طور محمدؐ کو مصالحت پر آمادہ کیا جائے۔ ایک روز شام کو غروبِ آفتاب کے بعد قریش کے مختلف قبیلوں کے سرداروں نے آپؐ کو پیغام بھیجا کہ قوم کے تمام بزرگ آپؐ سے مذاکرات کے لیے جمع ہوئے ہیں، لہٰذا آپؐ تشریف لے آئیں۔

جب آپ ﷺ اُن کے درمیان نشست فرما ہوئے، تو وہ کہنے لگے "اے محمدؐ ہم نے تمھیں اس لیے یاد کیا ہے کہ تم سے [تمھاری دعوت پر] بات چیت کریں، واللہ! ہم نے عرب میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے اپنی قوم کو ایسی مشکل میں ڈالا ہو جیسی مشکل سے تم نے اپنی قوم کو دوچار کیا ہے۔ تم نے ہمارے آباواجداد کو برا بھلا کہا۔ ہمارے طریقوں میں [دین میں] عیب نکالے۔ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں، ہمارے عقل مندوں کو احمق اور

بے وقوف قرار دیا، یوں تم نے ہماری اجتماعیت میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ غرض تم نے ہمارے اور اپنے تعلقات کی خرابی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تم اگر یہ سب کچھ اس لیے کر رہے ہو کہ تم اس طرح کچھ مال و دولت کما لو تو ہم سب اپنے مال میں سے اتنا کچھ جمع کر دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ۔ اگر اس کے ذریعے تم ہم میں شرف و مقام چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا سردار مان لیتے ہیں اور اگر اس طریقے سے تمھارا مقصد حکومت حاصل کرنا ہے تو ہم تمھیں اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں اور بعض اوقات ایسا ہوا بھی کرتا ہے کہ کسی پر کوئی جن آجائے جو عقل و ذہن پر چھا جائے، یہ جو تمھارے پاس کوئی جن آتا ہے جسے تم دیکھتے ہو تو ہم اپنے خرچ پر تمھارے لیے جھاڑ پھونک کی تدبیر کر کے تمھیں اس سے نجات دلائیں گے۔ یہاں تک کہ ہم تمھارے بارے میں مجبور ہو جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے جواب میں جو کچھ ارشاد فرمایا اُس کا خلاصہ یہ ہے:

جو کچھ تم نے پیش کیا، یہ سب کچھ مجھے نہیں چاہیے۔ میں جو چیز تمھارے لیے لایا ہوں وہ اس لیے نہیں ہے کہ اس کے بدلے میں تم سے کوئی اجر طلب کروں، نہ میں تم سے کوئی بڑا مرتبہ چاہتا ہوں۔ اور نہ ہی تم پر اقتدار کی کوئی خواہش رکھتا ہوں۔ اللہ نے مجھے تمھاری طرف اپنا رسولؐ بنا کر بھیجا ہے اور اُس نے مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے۔ اُس نے مجھے تمھارے لیے [دنیا اور آخرت میں کام یابی کی] خوش خبری دینے والا اور [دنیا اور آخرت میں] برے انجام سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور جو چیز دے کر میں بھیجا گیا ہوں وہ میں نے تمھیں پہنچا دی ہے، لہٰذا اگر وہ باتیں تم مان لو جو میں نے تمھارے سامنے پیش کی ہیں، تو یہ دنیا اور آخرت میں تمھاری خوش نصیبی ہے، اور اگر تم نے اسے ٹھکرا دیا، تو میں اللہ کا حکم آنے تک انتظار کروں گا، یہاں تک کہ وہ میرے اور تمھارے درمیان حتمی فیصلہ کر دے۔

یہ جواب سن کر قریش کے سرداروں نے کہا کہ تم اپنے رب سے جس نے تمھیں رسولؐ بنا کر بھیجا ہے یہ دعا کرو کہ مکے کے اطراف میں موجود پہاڑوں کو ہٹا دے جو ہمارے لیے گھٹن اور مصیبت کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

شام اور عراق کی مانند یہاں دریا بہا دے۔ ہمارے آباء جو اس جہان سے جا چکے ہیں، اُن کو ہماری خاطر زندہ کر دے اور ان میں قصی بن کلاب لازمی ہوں، کیوں کہ وہ بہت زیرک اور سچے آدمی تھے۔ ہم ان سے تمھارے بارے میں پوچھ لیں گے کہ یہ سب کچھ صحیح ہے یا غلط؟

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھے تمھاری طرف ایسی چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا۔ میں تو تمھارے پاس صرف وہ چیز [قرآن، جو خود معجزہ بھی ہے] لے کر آیا ہوں جو اُس نے دے کر بھیجا ہے اور وہ میں نے

تمھیں پہنچادی۔اب اگر تم اسے تسلیم کرلو تو یہ دنیا اور آخرت میں تمھارے لیے خوش نصیبی ہوگی اور اگر تم اسے نہ مانو تو اللہ کا فیصلہ آنے تک میں صبر کروں گا، یہاں تک کہ وہ میرے اور تمھارے درمیان معاملہ طے کردے۔

قریش کے سرداروں کے لیے آپ ﷺ کا یہ جواب بھی کچھ غیر متوقع نہیں رہا ہوگا۔انھوں نے اپنی اسکیم کے مطابق تیسرا مطالبہ پیش کرتے ہوئے کہا: اگر تم ہمارے فائدے کے لیے کوئی بھی کام نہیں کرسکتے تو پھر اپنی ہی ذات کے لیے اپنے رب سے کچھ طلب کرو، اس سے مطالبہ کرو کہ:

- وہ تمھاری تصدیق کے لیے تمھارے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرے جو تمھارے ساتھ رہے اور جو کچھ تم کہتے ہو اُس کی تصدیق کرے، اور تمھاری باتوں کو دہرائے۔

- تمھارے لیے باغات، محلات اور سونے چاندی کے خزانے مہیا کردے تاکہ تم ان ضروریات اور پریشانیوں سے نجات پا جاؤ جن کا ہم تمھیں محتاج پاتے ہیں۔اس طرح ہمیں معلوم ہوگا کہ تمھارے رب کے نزدیک تمھاری کیسی قدر و منزلت ہے۔کیوں کہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ تم بھی بازار میں اسی طرح کھڑے رہتے ہو جس طرح ہم رہتے ہیں۔فکرِ معاش تمھیں بھی اُسی طرح ستاتی ہے جس طرح ہمیں ستاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے رب سے ہرگز ایسے مطالبات نہیں کروں گا اور نہ ہی میں ایسا آدمی ہوں کہ جو اپنے رب سے اس قسم کی دعائیں مانگے اور نہ ہی مجھے ان چیزوں کے ساتھ تمھاری طرف بھیجا گیا ہے بلکہ اُس نے مجھے تمھارے لیے خوش خبری دینے والا (بشیر) اور برے انجام سے ڈرانے والا (نذیر) بنا کر بھیجا ہے اور جو چیز میں دے کر بھیجا گیا ہوں وہ میں نے تمھیں پہنچادی ہے، پس تم اگر وہ باتیں مان لو جو میں تمھارے سامنے رکھ رہا ہوں تو یہ دنیا اور آخرت میں تمھاری خوش نصیبی ہے، اور اگر تم نے اسے ٹھکرادیا تو میں اللہ کا حکم آنے تک انتظار کروں گا، یہاں تک کہ وہ میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ کردے۔

سردارانِ قریش نے کہا کہ نہ تم ہمارے لیے کچھ کرسکتے ہو اور نہ ہی اپنے لیے تو پھر اللہ سے فریاد کرو کہ ہماری جانب سے تمھاری اِس تکذیب، نافرمانی اور مخالفت کے سبب اپنے عذاب کے نمونے کے طور پر، وہ ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی گرادے؛ جیسا کہ تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو کہ تمھارا رب چاہے تو عذاب بھی بھیج سکتا ہے، سنو! اگر تم یہ بھی نہ کرسکو گے تو ہم ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔آپ ﷺ نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ: یہ اللہ تعالیٰ پر منحصر ہے اور اگر اس نے ایسا کرنے کا ارادہ کرلیا تو یقین رکھو کہ وہ ایسا کردے گا۔

سردارانِ قریش نے کہا: اے محمدؐ! کیا تمھارے رب کو اس بات کا پہلے سے کوئی علم نہ تھا کہ ہم تمھارے ساتھ یہاں نشست کریں گے اور تم سے یہ گفتگو اور مطالبات کریں گے جو ہم نے ابھی کیے اور کر رہے ہیں تاکہ وہ تمھارے پاس پہلے ہی پہنچ جاتا اور تمھیں سکھا جاتا کہ ہماری باتوں کے جواب میں کیا باتیں کہنی ہیں۔ ساتھ ہی وہ تمھیں یہ بھی بتادیتا کہ وہ ہمارے معاملے میں کیا ارادہ رکھتا ہے۔ اب تو ہم تمھاری ہر گز تصدیق نہیں کریں گے۔ ہماری معلومات تو یہ ہیں کہ تمھارے پاس یمامہ کا ایک آدمی ہے جس کا نام رحمان ہے، اور وہ تمھیں سکھاتا پڑھاتا ہے، ہم تو اِس رحمان کی باتوں کو تسلیم کرنے اور ان پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہم نے تو اپنا نقطہ نظر تمھارے سامنے رکھ دیا ہے، اب ہم تمھیں چھوڑنے والے نہیں، چاہے تم کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لو۔ یہاں تک کہ تم ہمیں مٹادو، یا ہم تمھیں مٹا کر رکھ دیں۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ ہم تجھ پر اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تو اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے کر نہ آئے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سردارانِ قریش نے رسول اللہ ﷺ کو یہ پیش کش کی اگر آپ بس ہماری اتنی بات مان لیں کہ ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دیں تو ہم آپ کو اتنا مال دینے کو تیار ہیں کہ آپ مکہ کے دولت مند ترین فرد بن جائیں، آپ جس عورت کو پسند کریں اس سے آپ کا نکاح کر دیں اور آپ کی اطاعت اختیار کر لیں اور اگر یہ تجویز آپ کو منظور نہیں، تو آپ کی اور ہماری دونوں کی بھلائی کی ایک دوسری تجویز بھی ہمارے پاس ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ وہ یہ ہے کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں، لات اور عزیٰ کی بندگی کریں تو ہم بھی ایک سال آپ کے معبود کی عبادت کرنے پر تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا، ٹھہرو، میں دیکھتا ہوں کہ میرے اللہ کی طرف سے اس معاملے میں کیا رہ نمائی ملتی ہے۔ اس موقع پر یہ سُوْرَةُ الْکٰفِرُوْن اور سُوْرَةُ الزُّمَر کی آیت ۶۴ نازل ہوئی

۱۴. یہود کی مدد سے قریش کے اعتراضات

قریش نے آپؐ کی نبوت کی صداقت کا امتحان کرنے کے لیے یہود سے مشورے کر کے قدیم تاریخ کے قصوں مثلاً اصحابِ کہف، یوسف علیہ السلام، خضر علیہ السلام، ذوالقرنین وغیرہ کی بابت دریافت کیا، یہ سوچ کر کہ نبی ﷺ کے پاس اِن واقعات کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور یہ واقعات قریش میں کسی کے علم میں نہیں ہیں۔ ایک ایک سوال اور اعتراض کا قرآن جواب دیتا رہا۔ صحیح جواب پا کر وہ بھی اور اُن کے یہودی استاد بھی

حیرت زدہ رہ جاتے اور اُن کا دل گواہی دیتا کہ یہ اللہ کا سچا رسولؐ ہے، مگر مفادات اور انانیت آڑے آتی رہی اور قلوب پر مہر لگتی رہی۔

۱۵. مقاطعہ، شعب ابی طالب

اگرچہ بنو ہاشم میں سے چند گنتی ہی کے لوگ ایمان لائے تھے مگر عرب قبائلی روایات کے تحت سب اس بات کے پابند تھے کہ سردار قبیلہ کی سربراہی میں اپنے قبیلے کے ہر فرد کی سب مل کر حفاظت کریں چاہے جان چلی جائے۔ ابو طالب نے محمد ﷺ کی پشت پناہی کا غیر مشروط اعلان کیا ہوا تھا۔ جب قریش کسی طور اسلام کا راستا روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تو انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بنو ہاشم کا سوشل بائیکاٹ (مقاطعہ) کیا جائے، کوئی اِن سے بات نہ کرے، نہ خرید و فروخت اور نہ ہی شادی بیاہ، اُن کے خیال میں یہ تدبیر کار گر ہو گی اور بنو ہاشم آپؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ چناں چہ انھوں نے نبوت کے ساتویں برس مجوزہ معاشی اور معاشرتی مقاطعے کا اعلان کر دیا اور اُن کی ساری توجہ اسلام کی مخالفت سے ہٹ کر بنو ہاشم کے خلاف فوکس ہو گئی۔ ایسے محلے اور بستی میں رہنا جہاں کوئی آپ سے بات کرنا نہ چاہے اور شکل دیکھ کر پیٹھ دکھانے لگے، عزتِ نفس کے خلاف تھا چناں چہ ابو طالب تمام قبیلے کے ساتھ اپنی ایک دور افتادہ زمین پر جا کر خیمہ زن اور قیام پذیر ہو گئے جس کا نام شعبِ ابو طالب تھا۔ اب یہ جگہ شعبِ علی کہلاتی ہے۔

ابو بکرؓ اور خدیجہؓ کی دولت اِن دنوں بہت کام آئی اور اُس سے چھپ چھپا کر انتہائی مہنگے داموں کہیں سے خوراک کا بندوبست کیا جاتا۔ بنو ہاشم میں بیاہ کر آئی ہوئی دوسرے قبائل کی خواتین کے رشتے دار بھی چھپ چھپا کر اپنی بیٹیوں کے لیے کچھ نہ کچھ بھیج دیا کرتے تھے۔ تین برس تک یہ مقاطعہ جاری رہا اور بنو ہاشم نے بڑی بہادری اور صبر سے اس مقاطعے کا مقابلہ کیا۔ بنو ہاشم کا ایک سینیئر آدمی ابو لہب ایسا تھا جس نے شعب ابی طالب میں اپنے قبیلے کا ساتھ نہیں دیا اور اور آرام سے شہر میں اپنے گھر میں مقیم رہا، اس کی اس کمینگی کو کفار نے بھی بُرا جانا کہ یہ روّیہ قریش کی روایات اور غیرت کے خلاف تھا کہ آدمی اپنے قبیلے سے بغاوت کرے۔ یہ وہ موقع تھا جب سُوْرَۃُ اللَّھَب نازل ہوئی۔ مقاطعہ جب طویل ہوا اور بے نتیجہ بھی تو قریش ہی کہ کچھ بااثر لوگوں کو احساس ہوا کہ یہ ظلم ہے اور انھوں نے دیگر سرداروں سے جھگڑا کر کے اس مقاطعے کو ختم کروا دیا۔

اس مقاطعے کے سارے عرصے کے دوران رسول اللہ ﷺ پابندی سے دو وقت کی نمازوں کے لیے صبح

شام کعبۃ اللہ جاتے رہے، بنو ہاشم کے سوا باہر کے تمام قبائل کے مسلمان آزاد تھے۔ یہ سارا عرصہ اُن کی تربیت و تزکیے کے لیے بہترین تھا کیوں کہ اب قریش نے تعذیب کی راہ چھوڑ دی تھی، اُن کی ساری توجہ شعبِ ابی طالب میں کامیاب مقاطعے پر تھی، جو مقاطعے میں ساری کامیابی کے باوجود کوئی نتیجہ پیدا کرنے میں یا بنو ہاشم کو جھکانے میں ناکام ہو گیا۔ اسی عرصے کے دوران شق القمر کا واقعہ بھی ہوا۔

سنہ ۱۰ نبوی میں مقاطعہ ختم ہوا اور نبی ﷺ اپنے قبیلے کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس آئے۔ پھر کچھ ہی دنوں میں معمولی وقفے سے آپؐ کی دو محبوب ہستیوں ابو طالب اور خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ آپؐ نے اِن دونوں ہستیوں کی کمی کو بہت محسوس کیا اور اس برس کو غم کا سال 'عام الحزن' قرار دیا۔ آزمائش مزید یہ تھی کہ اب مکہ میں مزید لوگ دعوت بالکل قبول نہیں کر رہے تھے، تلوں میں اب مزید تیل نظر نہیں آ رہا تھا۔ جتنوں کو آنا تھا ایسا لگتا تھا کہ آ چکے، زمین اب بنجر ہو گئی ہے۔ آزمائش مزید یہ ہوئی کہ ابو طالب کی جگہ ابو لہب سردار قبیلہ قرار پایا وہ ابو طالب کے نقشِ قدم پر آپؐ کی حفاظت کو جاری رکھنا چاہتا تھا مگر سردارانِ قریش کے چڑھانے پر نبی ﷺ سے پوچھا کہ عبدالمطلب کس دین پر مرے تو آپؐ نے بتا دیا کہ شرک گم راہی ہے، اس جواب کے بعد ابو لہب نے رسول اللہ ﷺ کو قبیلے کی پناہ سے نکالنے کا اعلان کر دیا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اِن دس برسوں کے درمیان خود نبی ﷺ کے جاں نثاروں کا ایک قبیلہ بن گیا تھا جس میں ہر قبیلے کے جوان شامل تھے، نبی ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش پر حمزہؓ، علی اور زبیرؓ خاموش تو نہیں رہ سکتے تھے اس لیے قریش باوجود آپؐ کو قتل کرنے کی خواہش کے کبھی ہمت نہیں کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے بھی دلوں میں آپؐ کا رعب ڈالا ہوا تھا۔ قریش خانہ جنگی سے گھبراتے تھے۔

۱۶. دخان/قحط کی دعا

نبی ﷺ قریش کے ایمان قبول کرنے کے بڑے حریص تھے، اُنھیں ایک خیال آیا کہ اگر اللہ تعالیٰ اِنھیں قحط میں مبتلا کر دے تو شاید یہ بتوں کی پوجا چھوڑ کر اللہ سے دعا مانگیں، آپؐ نے اللہ سے دعا کی کہ دعوت کے میدان میں میری ایک قحط سے مدد فرما۔ دعا قبول ہو گئی اور قریش ایک شدید قحط سے ہلا دیے گئے اور جب اُنھیں یقین آ گیا کہ اُن کے جعلی مشکل کشا اُن کی مشکل کشائی نہیں کر سکتے تو سردارانِ قریش مل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ محمد [ﷺ] اپنے اللہ سے کہو کہ قوم پر سے یہ قحط دور فرما دے۔ آپؐ

نے دعا کی، قحط ختم ہو گیا لیکن قریش اپنی اُسی حق کی دشمنی پر قایم رہے، اس موقع پر سُوْرَۃُ الدُّخَان نازل ہوئی۔

۱۷. طائف کا سفر

آپؐ نے یہ جان کر کہ اب مکہ میں مزید کوئی ایمان لانے والا باقی نہیں بچا، آپؐ نے باہر نکل کر قریہ قریہ بستی بستی دعوت دینے کا پروگرام بنایا اور اپنے منہ بولے بیٹے زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لیا اور طے کیا کہ طائف تک پیدل جائیں گے اور راستے کی تمام بستیوں میں دین کی دعوت دیں گے شاید کوئی قبیلہ آپؐ کی بات مان لے اور آپؐ کو پناہ دے تو وہاں دار الاسلام بنایا جاسکے، لیکن کوئی بھی قبیلہ آپؐ کی بات قبول کرنے پر راضی نہیں ہوا، کوئی بھی قریش کی مخالفت مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ لوگ کہتے اور سوچتے تھے کہ ایسے کو کیا قبول کرنا جسے خود اُس کے اپنے لوگوں نے دھتکار دیا ہو۔ طائف میں وہاں کے سرداروں نے آپؐ کے ساتھ بے ہودگی کی یہ لوگ بھی قریشی تھے۔ اور جب آپؐ واپس ہوئے تو اُنھوں نے شہر کے لچے لفنگے غنڈوں کو آوازے کسنےء اور پتھر مارنے کے لیے آپؐ کے پیچھے لگادیا۔ شدید جسمانی اذیت اور لوگوں کے انکار پر زخمی روح اور سنگ رسیدہ زخمی جسم کے ساتھ واپس آئے۔ مکہ کی سرحد پر نخلہ ایک جگہ ہے، یہاں رکنا پڑا۔ کسی غیر قریشی کا شہر میں داخلہ بغیر کسی قریشی کی جوار اور پناہ کے کیوں کر ممکن ہو؟ آج عبد المطلب کا پوتا غیر قریشی قرار پایا ہے کیوں کہ سردارِ بنو ہاشم ابو لہب نے اُسے اپنے قبیلے سے خارج کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ آپؐ نے یکے بعد دیگرے ایک آدمی کے ذریعے دو لوگوں سے کہلوایا کہ وہ آپؐ کو پناہ دینے کا اعلان کریں تا کہ آپؐ اپنے گھر واپس آسکیں لیکن دونوں نے انکار کر دیا، پھر آپؐ نے مطعم بن عدی سے کہلوایا، اُس نے باوجود مشرک ہونے کے آپؐ کو پناہ دینے کا اعلان کیا اور آپؐ کو اپنے بیٹوں کے ہمراہ ننگی تلواروں کے سائے میں مکہ لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ ساری زندگی اُس کے احسان مند رہے۔

۱۸. اہلِ یثرب سے پہلی ملاقات

کچھ دنوں میں زخم بھرنے لگے، حج کا زمانہ قریب آگیا، ایک شب آپؐ حاجیوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے باہر نکلے،، جمرات کے قریب چھ لوگ بیٹھے نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ یثرب کے لوگ ہیں آپؐ نے دعوت پیش کی، اُن میں کم عمر نوجوان اسعد بن زرارہؓ تھے، وہ پکار اُٹھے ارے یارو یہ تو وہی نبیؐ آگیا ہے کہ یہود جس کی ہمیں روز روز خبریں سناتے ہیں کہ وہ آنے والا ہے اور جب وہ آجائے گا تو ہم اُس پر ایمان لا کر تم لوگوں [اوس اور خزرج کے لوگوں] سے اقتدار چھین لیں گے۔ یارو، اس سے پہلے کہ یہود اس پر ایمان لائیں سبقت کرو اور اس پر

ایمان لے آؤ، وہ چھ کے چھ چند منٹوں میں وہ بات پا گئے جو قریش گزشتہ گیارہ برس میں نہ پا سکے تھے۔ اِن چھ اہلِ ایمان نے دین کی موٹی موٹی باتیں سیکھیں اور یثرب واپس چلے گئے۔ جگہ جگہ اس نئے نبیؐ کا تذکرہ کیا اگلے برس اسعد بن زرارہؓ کے ہم راہ بارہ ۱۲ آدمی آئے اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ بیعتِ عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔

۱۹. یثرب میں تبلیغی مساعی

بیعت کر کے واپس جاتے وقت اپنے ساتھ کسی دین سکھانے والے اور تبلیغ کرنے والے آدمی کی فرمائش کی آپؐ نے اپنے درمیان سے قبیلہ عبدالدار کے انتہائی خوب صورت جوان، نبی ﷺ کے ہم شکل، انتہائی شیریں مقال اور فہیم و معاملہ فہم، گفتگو کے ماہر جناب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اُن کے ہمراہ کر دیا۔ اسعد بن زرارہؓ اور مصعب بن عمیرؓ نے یثرب میں تبلیغ شروع کی تو وہاں کے تقریباً تمام ہی سرداروں اور بااثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا، پورا شہر گویا اہلِ ایمان کا شہر بن گیا۔

۲۰. بیعت عقبہ ثانیہ

اگلے برس حج کے موقع پر ۷۲ آدمی یثرب سے آئے اور اُنھوں نے آپؐ کو مدینے آنے کی دعوت دی اور اِس بات پر آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ اگر آپؐ وہاں آجائیں تو ہم تلوار سے آپؐ کے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور آپؐ کی حفاظت اس طرح کریں گے جیسے اپنے گھر کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس کو بیعتِ عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ قریش کے کانوں میں اس کی بھنک پڑی تو اُن کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، وہ جان گئے کہ مدینے پر محمد ﷺ کی سرداری کا مطلب یہ ہے کہ تجارتی راستوں پر اُن کا قبضہ! وہ اہل یثرب کے ساتھ مسلمانوں کے اس تعلق پر شدید پریشان و برہم تھے کہ اسی اثنا میں نبی ﷺ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے یثرب ہجرت کر جائیں۔

۲۱. ہجرت مدینہ

مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر نکلنے لگے اور قریشی اُن کی جائدادوں اور مکانات پر قبضہ میں لگ گئے، یہاں تک کہ مسلمانوں میں سوائے رسول اللہ ﷺ کا گھرانہ اور ابو بکرؓ کا گھرانہ رہ گیا۔ قریش نے ایک دوپہر کو مجلس مشاورت کی جس میں سارے سردار شریک ہوئے اور طے کیا کہ ہر قبیلے کا ایک آدمی آئے اور رات میں جب محمد ﷺ تہجد کی نماز کے لیے کعبہ کو جانے کے لیے نکلیں تو دروازے پر موجود بارہ جوانوں کی تلواریں یک

بار گی آپؐ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اللہ تعالیٰ نے مشر کین کی مشاورت ختم ہوتے ہی اپنے رسولؐ کو اس مشاورت کے فیصلے سے مطلع کیا اور بتادیا کہ آج رات آپؐ بھی یثرب کو نکل جائیں۔ آپؐ نے اپنے دوست، ابو بکرؓ کو اطلاع دی، وہ پہلے ہی سے اس اطلاع کے کئی روز سے منتظر تھے، رات کو نبی ﷺ اپنے بستر پر علیؓ کو سلا کر گھر سے نکلے تو آپؐ کے ارادہ قتل سے بیٹھے ہوئے بارہ آدمیوں کی ٹیم کو اللہ نیند میں غوطے دے رہے تھا۔ آپؐ نے مٹھی بھر مٹی لے کر اِن کے سروں پر ڈالی اور چلے گئے۔ یہ ایک طویل اور دل چسپ مبارک داستان ہے، آپؐ اور ابو بکرؓ تین راتیں غار ثور میں گزارنے کے بعد یثرب کی جانب روانہ ہو گئے اور قریش اُنھیں تین سو کلو میٹر کے راستے میں کہیں تلاش نہ کر سکے۔

۲۲. اسلامی ریاست کا قیام اور قتال کی اجازت

نبی ﷺ کے یثرب پہنچتے ہی یثرب مدینۃ النبی بن گیا، آپؐ نے یہاں ایک اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی، جو دنیا کی پہلی دستوری حکومت بھی تھی۔ دستور میں مختلف قبیلوں اور یہود کی ذمے داریوں اور حقوق کا تعین کیا، سرحدوں کی حد بندی کی اور ایک چارٹر کے ذریعے اس کو نافذ کر دیا۔ آپؐ پہنچے ہی تھے کہ سورہ حج نازل ہوئی اور پھر سورہ بقرہ، دونوں میں قریش کو سیدھا کرنے کے لیے آپؐ کو تلوار استعمال کرنے کی اجازت مل گئی [۳]

۲۳. سرحد کی نگرانی اور قریش کی تجارتی ناکہ بندی

آپؐ نے قریش کے آنے جانے والے تجارتی قافلوں کی نگرانی شروع کر دی، قریش سہم گئے اور تیار ہو کر چھپتے چھپاتے نکلنے لگے مگر برے وقت کا اُنھیں ہر وقت کھٹکا لگا رہتا۔ نبی ﷺ نے ایک بڑے اقدام کا فیصلہ کیا عبداللہؓ بن جحش کی سربراہی میں بارہ مہاجرین کی ایک ٹیم کو مکہ کی سرحد نخلہ تک بھیجا تاکہ وہ وہاں آنے والے ایک تجارتی قافلے کو ہراساں کرے۔ اس ٹیم نے قریشیوں کے ایک آدمی کو قتل کیا اور ایک کو گرفتار کیا اور سارا قیمتی مال واسباب ضبط کر کے مدینہ لے آئے، رسول اللہ ﷺ کو اس بات پر تاسف تھا کہ اُن کی ٹیم نے

---

۳ تنہا قریش کے ساتھ صرف دو بڑی جنگیں ہوئیں، بدر اور اُحد۔ غزوہ احزاب جسے غزوہ خندق بھی کہتے ہیں، تنہا قریش کے ساتھ نہیں بلکہ یہ پورے متحدہ عرب کے ساتھ تھی۔ تعداد کے لحاظ سے اِس جنگ میں قریش بمشکل ایک چوتھائی (۲۵ فی صد) تھے، البتہ سپہ سالاری قریش کا ابو سفیان کر رہا تھا۔ یہ جنگ بنیادی طور پر یہود کی سازشوں کے نتیجے میں برپا ہو سکی اور اس کے منصوبہ ساز کو اور بنو قریظہ کو فوری طور پر اس کا نتیجہ بھگتنا پڑا اور کچھ تاخیر سے یہودِ خیبر اور نواح میں باقی تمام حصہ داروں خصوصاً بنو غطفان کو۔

قتال کیا اور وہ بھی ماہِ حرام میں، اُنھیں قتال کی اجازت تو نہیں دی گئی تھی! ادھر قریش نے پروپگینڈا شروع کر دیا کہ مسلمان تو حرمت والے مہینوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کی صفائی پیش کی کہ ماہِ حرام میں قتل سے کہیں زیادہ بُرا تو شہرِ محترم سے اللہ کے بندوں کو نکلنے پر مجبور کرنا ہے۔

اس واقعے نے قریشیوں کی نیندیں حرام کر دیں کہ مسلمان اتنے جری ہیں کہ وہ ہمارے شہر کے بارڈر پر آ کر ہمارے بندے مار سکتے اور سارا سامان ضبط کر کے گرفتاریاں کر سکتے ہیں تو کل اِن کے اپنے شہر کے سامنے سے گزرنے والے ہمارے قافلوں کا کیا انجام ہو گا۔ طبلِ جنگ بج گیا اور طے کیا گیا ایک بڑی جنگ کے لیے فنڈ جمع کیا جائے، جس کے لیے ایک بڑا تجارتی قافلہ شام بھیجا جائے اور اُس کی آمدنی اسلحہ اور اخراجاتِ جنگ کے لیے وقف ہو گی۔ قافلہ روانہ ہوا نبی ﷺ کو اطلاع مل گئی آپؐ واپسی پر اس سے نبٹنے کے لیے تیار تھے۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کو نگرانی کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ ابو سفیان قریش کے قافلے کی سربراہی کر رہا تھا اُس کو رسول اللہ ﷺ کے فرستادے مخبروں کے اونٹوں کی مینگنیوں سے اندازہ ہو گیا کہ مدینے سے لوگ راہ کی مانیٹرنگ کر رہے ہیں اُس نے مکہ پیغام بھیجا کہ مدد کو آؤ قافلہ لٹ رہا ہے۔

۲۴. قریش کے ساتھ پہلی جنگ، غزوہ بدر

قریش کا لوہے میں غرق ایک لشکر نکلا، راہ میں اطلاع مل گئی کہ قافلہ صحیح سلامت مکے کی جانب بچ کر نکل گیا ہے مگر سالار جنگ ابو جہل نے کہا کہ نہیں ہم بدر تک جا کر اور موسیقی کی تھاپ پر لونڈیوں کا ناچ دیکھ کے اور خوب رنگ رلیاں منائے اور مسلمانوں کو ڈرائے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اس لشکر سے جا کر ٹکرا جاؤ۔ قریش کا ایک ہزار کا لشکر بدر کے میدان میں پہنچ گیا جہاں ۳۱۳ مسلمانوں نے جو معمولی اسلحہ کے ساتھ تھے قریش کا اس جرأت سے قتل عام شروع کیا کہ وہ اُلٹے پاؤں بھاگے اور بھاگتے ہوئے ستّر گرفتار ہوئے جب کہ ستّر مارے بھی جا چکے تھے، ابو جہل سمیت قریش کے سرداروں کی پوری صف اوّل قتل ہو گئی۔ مکہ میں قحط کے بعد قریش پر بحیثیت قوم یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی دوسری قسط تھی جو مسلمانوں کے ہاتھوں اُن پر نازل ہوئی، نبیؐ کو شہر سے نکالنے کی یہ کم ترین سزا تھی جو آج تک کسی قوم کو ملی تھی، سچی بات یہ ہے کہ لیڈرشپ کی پہلی صف گاجر مولی کی طرح کٹ کر بھی مجموعی طور پر قریش صاف بچ گئے کہ اُن پر آسمانی عذاب نہیں ٹوٹا۔ مسلمانوں نے اُن کی سارا غرور خاک میں ملا دیا اور ساری

زیادتیوں اور سارے مظالم کا اکٹھا بدلہ چکادیا۔ قریش کی ہوا حجاز میں اکھڑنے لگی، اُن کے لیے ضروری ہو گیا کہ وہ ثابت کریں کہ مسلمانوں کو وہ زیر کر سکتے ہیں وگرنہ حجاز تو مدینے کی گود میں چلا جائے گا۔

۲۵. بدر کی شکست کا بدلہ، غزوہ احد

اگلے برس قریش پہلے سے تین گنا بڑے لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور اُن کا اصل ٹارگٹ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیں، جنھیں وہ خواہش کے باوجود مکے میں دس برس کے اندر قتل نہ کر سکے، سفر ہجرت میں نہ پکڑ سکے اور پھر بدر میں بھی اپنا ارمان پورا نہ کر پائے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینے سے باہر نکل کر اِن سے نبٹنے کا فیصلہ کیا، کوہِ اُحد کے دامن میں ٹکراؤ ہوا۔ باوجود بے سروسامانی کے مسلمانوں کی فوج نے قریش کے کشتے کے پشتے لگا دیے۔ ایک کے بعد ایک دس علم برداروں کو قتل کر دیا، جنگ اپنی فتح کی طرف بڑھ رہی تھی یہاں تک کہ مسلمانوں نے جنگ جیت کر مالِ غنیمت کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ اس موقع پر پیچھے سے حملے سے بچاؤ کے راستے (پہاڑی درّہ) پر جو دستہ متعین تھا اُس نے یہ جان کر کہ جنگ ختم ہو چکی ہے اور اب اُسے بھی غنیمت سمیٹنے میں حصہ دار بننا چاہیے، اپنی جگہ چھوڑ دی اور یک بہ یک مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ ہو گیا، مسلمانوں کو اس حملے سے سخت نقصان ہوا۔ نبی ﷺ کے ہم شکل مصعب بن عمیرؓ کی شہادت سے یہ غلط فہمی عام ہو گئی کہ نبی ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اُحد کی پہاڑی پر چڑھا کر نئی پوزیشن بنا لی، قریش باوجود کوشش کے پہاڑی پر نہ چڑھ سکے، کیوں کہ اوپر سے مسلمان اُن کو نشانہ بنا رہے تھے۔ قریش کو یہ جان کر بڑی مایوسی ہوئی کہ پہاڑی کے اوپر نبی ﷺ بقیدِ حیات ہیں۔ اُنھوں نے اگلے برس بدر میں جنگ کے مقابلے کی شرط ٹھہرائی اور اس خطرے کے پیشِ نظر کہ مدینہ کی سرحد پر ہیں اگر کوئی تازہ دم فوج شہر سے آ گئی تو مارے جائیں گے، دم دبا کر بھاگے، مسلمانوں نے کچھ سنبھلنے کے بعد اُن کا پیچھا کیا، جوں ہی اُن کو اطلاع ملی کہ مسلمان پیچھے آ رہے ہیں وہ اور تیزی سے بھاگے اور مکے پہنچ کر ہی دم لیا۔

۲۶. قریش کی قیادت میں مدینہ پر سارے عرب کا حملہ

اُحد کے اگلے برس مسلمان مقابلے کے لیے طے شدہ مقام پر پہنچ گئے مگر قریش ہمت نہیں کر پائے اور یوں سارے حجاز میں اُن کی ہوا اُکھڑنی شروع ہو گئی۔ اگلے برس یعنی سنہ ۵ ہجری میں سارے حجاز کے مشرکین کو جمع کر کے ابو سفیان کی قیادت میں دس ہزار کا لشکر مدینے کو روندنے کے لیے نکلا۔ نبی ﷺ نے اہلِ فارس کی

مانند مدینے کے داخل ہونے کے راستوں پر ایک طویل خندق کھود کر اُن کا راستا روک دیا اور قریش کم و بیش تین ہفتے تک سرد موسم میں داخل ہونے کی ناکام کوشش کر کے تنگ آ چکے تھے کہ اللہ کے نازل کردہ طوفانِ بادو باراں نے اُن کے پڑاؤ کو اُلٹ کر تلپٹ کر دیا اور سارے حجاز کے جو قبائل لوٹ مار اور قریش اور یہود سے انعامات کے لالچ میں آ گئے تھے رات کے اندھیرے میں بھاگ نکلے۔ ساتھ میں قریش بھی۔ صبح کو جب مسلمانوں نے دیکھا تو خندق کے پار میدان صاف تھا۔

۲۷. صلح حدیبیہ

اگلے برس بالکل غیر موقع طور پر ۱۴ سو مسلمانوں کا ایک قافلہ رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں احرام باندھے اور قربانی کے جانور لیے مکے کی سرحد، حدیبیہ پر عمرے کے لیے پہنچ گیا۔ قریش کے لیے یہ ایک بلائے ناگہانی ثابت ہوئی کہ "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" والا معاملہ ہو گیا۔ اگر طواف و قربانی کے لیے مکہ کے اندر نہ آنے دیں تو سارے عرب میں دھوم مچ جائے گی کہ متوّلیانِ حرم نے تین ہزار سالہ روایت کو توڑ دیا کہ وہ کسی کو بھی وہ اُن کا دوست ہو یا دشمن محترم مہینوں میں عمرے اور حج سے نہیں روک سکتے تھے۔ اِس کے بعد اُن کا اس منصب پر رہنا ایک سوالیہ نشان بن جائے گا۔ اگر آنے دیتے ہیں تو اُن کی شان مجروح ہوتی ہے کہ اِن کو تین جنگوں میں ہزیمت پہنچانے والے، اِن کی پوری کی پوری صفِ اوّل کی قیادت کے ایک نہ دو پورے ستّر سر کاٹ کر اندھے کنوئیں پھینک دینے والے اور ستّر کو باندھ کر لے جانے والے مسلمان دندناتے ہوئے اِن کے شہر میں آئے اور مزے سے طواف و عمرہ کر کے چلے گئے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کے بارے میں اُن کا یہ پروپیگنڈا غلط ہو جاتا ہے کہ یہ بے دین ہیں کعبہ کی عزت و توقیر نہیں کرتے، لوگ اسلام قبول کرنا شروع کر دیں گے۔

شروع میں انھوں نے مسلمانوں کو ویسے ہی رعب میں لینا چاہا کہ واپس چلے جائیں، لیکن مسلمانوں نے صاف انکار کر دیا۔ قریش نے اپنے حلیف قبائل کے نمائندوں کو انھیں سمجھانے بھیجا، اُنھوں نے جب یہ دیکھا کہ وہ تو صرف عمرے کے ارادے سے آئے ہیں تو اُلٹے وہ مسلمانوں کے ہم نوا ہو گئے اور قریش سے مطالبہ کرنے لگے کہ اِن کو عمرہ کر لینے دو۔ قریش نہ مانے۔ صفوان اور عکرمہ جیسے جنگ بازوں نے چاہا کہ جنگ کچھ اس طرح شروع ہو جائے کہ جنگ شروع کرنے کا الزام مسلمانوں پر آئے انھوں نے دو مرتبہ چالیس پچاس مشرکوں کے دستے لے کر حملے کیے لیکن کیا اللہ کی شان تھی کہ اپنے پروگرام کے مطابق کسی خون ریزی کا آغاز

نہ کر پائے[4] اور سارے کے سارے بلا کسی استثنا کے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے معاف کر دیا۔ الغرض مشرکین قریش کو گھٹنے ٹیکنے پڑ گئے اور اِن شرائط پر صلح ہو گئی کہ دس برس جنگ نہیں ہو گی، تجارتی راستوں کی مسلمان ناکہ بندی نہیں کریں گے اور مسلمان اگلے برس عمرہ کر سکیں گے اور مکہ مدینے کے لوگ ایک دوسرے کے شہروں میں امن کے ساتھ آ جا سکیں گے۔ قریش کے ساتھ بنو بکر حلیف بن گئے اور مسلمانوں کے ساتھ بنو خزاعہ حلیف بن گئے۔

۲۸. عمرہ قضاء

اگلے برس مسلمانوں نے عمرہ کیا جس سے اُن کا پورے حجاز میں رعب بیٹھ گیا۔ قریش کے عمرو بن العاص، خالد بن ولید اور طلحہ بن عثمان جیسے نامی گرامی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور مکے میں پہلے سے موجود اپنا اسلام چھپائے ہوئے مسلمانوں نے سر اُٹھایا یوں قریش اسلام کے آگے بالکل بے بس نظر آنے لگے۔ حجاز کے قبیلوں پر قبیلے اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اُس سے اگلے برس بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے اُن کی مدد کی اور معاہدہ ٹوٹ گیا۔

۲۹. فتح مکہ

نبی ﷺ جو دو برس قبل ۱۴ سو افراد لے کر آئے تھے اور خندق پر ایک ہزار سے کم لوگوں کے ساتھ دس ہزار مشرکین کی فوج کا مقابلہ کر رہے تھے آج خندق کے مقابلے میں دس گنا کی تعداد میں مسلمانوں کا لشکر لے کر مشرکوں کے شہر پر فوج کشی کر رہے تھے۔ قریش ایک ہپناٹائزڈ قوم کی مانند، مسلمانوں کو آتا دیکھتے رہے، سرحد پر مسلمانوں کا لشکر پہنچا تو قریش کے سردار ابو سفیان نے کچھ دوسرے سرداروں کے ساتھ آ کر اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ ﷺ جنھیں دس برس قبل رات کی تنہائی میں اس شہر کو چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تھا فاتح بن کر بہ زبانِ حال بھی اور بہ زبانِ قال بھی یہ کہتے ہوئے داخل ہو گئے:۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ یعنی اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور اس نے تمام

---

۴ تصور کریں ۵۰/۴۰، کرائے کے فوجی نہیں، مسلح جانی دشمن ایک کیمپ پر حملہ کریں، کسی کو ایک خراش بھی نہ لگا سکیں اور نہ ہی اُن کو آئے اور سب زندہ گرفتار ہو جائیں، ایسا ہرگز ممکن ہی نہیں اِلّا یہ کہ خالقِ کائنات حملہ کرنے والوں اور گرفتار کرنے والوں کی ڈوریاں اپنے ہاتھ میں لے لے اور وہ سب کٹھ پتلیوں کی مانند اپنا تفویض کیا ہو کردار ادا کریں۔ کسی کو معلوم نہ تھا، ہو یہی رہا تھا!

لشکروں کو تنہا شکست دی۔

۳۰۔ **مشرکین کا استیصالِ کامل**

بتوں سے کعبے کو پاک کر دیا گیا۔ اگلے برس حج کے موقع پر مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دی گئی کہ اسلام قبول کرلیں ورنہ حجاز سے نکل جائیں۔ قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگ ختم ہو گئی تمام کے تمام مشرکینِ قریش آنے والے دنوں میں صدقِ دل سے مسلمان ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر قریش کی داستان ختم ہو جاتی ہے، قبولِ اسلام کے بعد قریش کو اللہ تبارک و تعالیٰ ایک نیا منصب عطا کرتے ہیں، وہ اسلام کا نشان بن کر عالمِ اسلام کی راہبری اختیار کرتے ہیں۔

قریش کے سامنے قرآنی موضوعاتِ گفتگو

اس باب کے اب تک کے صفحات میں مضمون کے واقعاتی تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے اس سارے عرصے میں نازل ہونے والے قرآنی اجزا کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ قریش کے سامنے خالقِ کائنات کی جانب سے نازل کیے گئے قرآنی موضوعاتِ گفتگو کو حسبِ ذیل سوالیہ اشارات سے سمجھا جا سکتا ہے:

- قریش سے کیا گفتگو ہوئی؟
- گفتگو میں کیا اہم موضوعات تھے؟
- قریش کے سوالات کیا تھے؟
- کیا اعتراضات تھے جن کا جواب دیا گیا؟ اور کیا دیا گیا؟
- پھر اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی بہت اہم ہے کہ مکی دور میں گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ موضوعات میں کیا تبدیلیاں آئیں؟ اور دعوت کا ارتقاء (evolution) کیوں کر ہوا۔
- کیا باتیں تھیں جو قریش کے ساتھ مکالمے [ڈائیلاگ] میں دعوت کے پہلے برس ہوئیں کیا باتیں دوسرے برس اور کیا باتیں مکی زندگی کے آخری برس میں ہوئیں؟

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ قریش سے براہِ راست مکالمہ عملاً دس برس ہوا ہے۔ نبوت کے پہلے تین برس قریش سے بحیثیت ایک قوم یا ایک گروہ کوئی بات نہیں ہوئی، اِن پہلے تین برسوں میں یمان و اسلام کے عمومی پیغام کو قرآن نے انسانوں اور ایمان قبول کرنے والوں کے سامنے رکھا۔ اِن تین برسوں میں فرداً فرداً

اشاعتِ نظریات اور دعوتِ توحید کا کام ہوا، جس کی قریش نے مخالفت نہیں کی۔ یہ بات بھی ضرور یاد رہے کہ نبوت کے ساتویں، آٹھویں اور نویں یعنی تین برس چوں کہ مقاطعے کے تھے اِس لیے اِس دوران قرآن مجید بھی بہت ہی کم نازل ہوا۔

موضوعاتِ گفتگو یوں تو دو درجن سے زائد چنے جا سکتے ہیں جن کا قرآن مجید میں حوالہ موجود ہے، لیکن طوالت سے بچنے کے لیے دس اہم ترین موضوعات کو چنا گیا ہے۔ نمونے کے طور پر آپ چار انتہائی اہم موضوعات رسول اللہ ﷺ کی بنو ہاشم کے سامنے کھانے کی دعوت پر تقریر میں دیکھ چکے ہیں، اہم موضوعات جن کو قرآن مجید نے تکرار کے ساتھ بیان کیا دس (۱۰) تھے: ▪ توحید، ▪ آخرت، ▪ رسالت، ▪ شرک سے برأت، ▪ انذار، ▪ بشریت محمدی ▪ دعوت، ▪ اجرت نہیں چاہیے، اجر اللہ کے پاس ہے، ▪ حیاتِ دنیا اور ▪ اتمام حجت

یہ دس موضوعات قرآن مجید کی اُن مکی سورتوں میں جا بجا موتیوں کی مانند جڑے ہوئے ہیں جو نبوت کے چوتھے برس سے قریش کے درمیان دعوت عام کے دوران نازل ہوئیں اور اِن کا سلسلہ ہجرت تک یعنی ۱۳ ویں برس تک جاری رہا۔ اِن سورتوں کا مطالعہ اِن موضوعات کی اہمیت اور اِن کی تکرار کو واضح کرتا ہے۔ 'کاروانِ نبوت ﷺ' کی چھ جلدیں (۲ تا ۷) اِن موضوعات ہی کو زیرِ بحث لاتی ہیں۔ ہجرت کے بعد قرآن کے مخاطبین خود اہلِ ایمان کے علاوہ اہلِ کتاب خصوصاً یہود اور منافقین بن گئے۔

قارئین اگلے صفحے پر دیے ہوئے جدول میں اس دس سالہ (سنہ ۴ نبوی تا ۱۳ نبوی) عرصے کے دوران نازل ہونے والی سورتوں کے نام نزولی ترتیب پر دیکھ سکتے ہیں اور اسی ترتیب پر مطالعے سے جان سکتے ہیں کہ کس دور میں کس موضوع پر زیادہ زور دیا گیا اور زیادہ تکرار سے بیان کیا گیا۔ طوالت اور تکرار سے بچنے کے لیے قریش کے حوالے سے قرآن مجید کے بیانات پر اتنی ہی مجمل گفتگو پر بات کو ختم کرنا مناسب ہے بصورت دیگر اتنے ہی صفحات کم از کم مزید درکار ہیں جتنے مخالفت قریش کے اجمالی جائزے پر اس باب میں گزر چکے ہیں۔

☆☆☆☆☆

جدول: قریش کے سامنے دعوت عام کے دوران نازل ہونے والی سورتیں (نزولی ترتیب پر)

سال	سورہ نمبر اور نام سورہ
۴	۳۴ سَبَا
۴	٦۷ اَلْمُلْک
۴	٦۹ اَلْحَآقَّة
۴	۷۰ اَلْمَعَارِج
۴	۷۲ اَلْجِنّ
۴	۷۳ اَلْمُزَّمِّل
۴	۸۰ عَبَس
۴	۸۳ اَلْمُطَفِّفِيْن
۴	۸۴ اَلْاِنْشِقَاق
۴	۸٦ اَلطَّارِق
۴	۸۸ اَلْغَاشِيَة
۴	۸۹ اَلْفَجْر
۴	۱۰۸ اَلْکَوْثَر
۴	۱۱۲ الاخلاص
۵	۱۸ اَلْکَهْف
۵	۱۹ مَرْيَم
۵	۲۰ طٰهٰ
۵	۲۳ اَلْمُؤْمِنُوْن
۵	۲۹ اَلْعَنْکَبُوْت
۵	۳۱ لُقْمٰن
۵	۳۲ اَلسَّجْدَة
۵	۳٦ يٰسٓ

سال	سورہ نمبر اور نام سورہ
۵	۳۷ اَلصّٰٓفّٰت
۵	۳۹ اَلزُّمَر
۵	۴۰ اَلْمُؤْمِن
۵	۴۴ اَلدُّخَان
۵	۴۵ اَلْجَاثِيَة
۵	۵۰ قٓ
۵	۵۱ اَلذّٰرِيٰت
۵	۵۲ اَلطُّوْر
۵	۵۳ اَلنَّجْم
۵	٦۸ اَلْقَلَم
۵	۷۱ نُوْح
۵	۸۵ اَلْبُرُوْج
۵	۹۰ اَلْبَلَد
۵	۹۱ اَلشَّمْس
۵	۹۲ اَلَّيْل
۵	۱۱۳ اَلْفَلَق
۵	۱۱۴ اَلنَّاس
٦	۱٦ اَلنَّحْل
٦	۲٦ اَلشُّعَرَآء
٦	۲۷ اَلنَّمْل
٦	۲۸ اَلْقَصَص
٦	۳۰ اَلرُّوْم

سال	سورہ نمبر اور نام سورہ
٦	۴۱ حٰمٓ السَّجْدَة
٦	۴۲ اَلشُّوْرٰی
٦	۴۳ اَلزُّخْرُف
٦	۵٦ اَلْوَاقِعَة
٦	۱۰۹ اَلْکٰفِرُوْن
۷	۲۱ اَلْاَنْبِيَآء
۸	۲۵ اَلْفُرْقَان
۸	۵۴ اَلْقَمَر
۹	۳۵ فَاطِر
۹	۱۱۱ اَللَّهَب
۱۰	۴٦ اَلْاَحْقَاف
۱۱	۱۰ يُوْنُس
۱۱	۱۱ هُوْد
۱۱	۳۸ صٓ
۱۲	۱۳ اَلرَّعْد
۱۲	۱۴ اِبْرٰهِيْم
۱۲	۱۵ اَلْحِجْر
۱۲	۱۷ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْل
۱۳	٦ اَلْاَنْعَام
۱۳	۷ اَلْاَعْرَاف
۱۳	۱۲ يُوْسُف